تالیف

شیخ الاسلام علامہ نور الدین علی بن سلطان

المعروف ملا علی قاری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ)

ترجمہ

علامہ محمد آفتاب رضا العطاری المدنی عفی عنہ الغنی

تقدیم، تحشیہ و تخریج

مہتاب احمد رضوی نعیمی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

تَطْهِیرُ الطّوِیّۃ فی تَحْسِینِ النِیّۃ

کا پہلا اردو ترجمہ بنام

اسلام اور حسنِ نیت

تالیف

شیخ الاسلام علاّمہ نور الدّین علی بن سلطان المعروف ملاّ علی قاری رحمہ اللہ الباری

(المتوفی:۹۹۳ھ)

ترجمہ: علامہ محمد آفتاب رضا العطاری المدنی عُفِیَ عَنْہُ الْغَنِی

تقدیم، تحشیہ وتخریج: مفتی مہتاب احمد رضوی نعیمی

(دار الافتاء جمعیت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان)

نام کتاب: تطهير الطوية فى تحسين النية
اردو ترجمہ ''اسلام اور حسنِ نیّت''

تالیف: شیخ الاسلام علاّمہ نور الدین علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری علیہ الرحمہ

مترجم: علامہ محمد آفتاب رضا العطاری المدنی مدظلہ العالی

تقدیم، تحشیہ وتخریج: مفتی محمد مہتاب احمد رضوی نعیمی مدظلہ العالی

سن اشاعت: صفر المظفر ۱۴۴۰ھ / نومبر 2018ء

اشاعت نمبر: 295

ناشر: جمعیت اشاعت اہل سنت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی،
فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے

فہرست

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلی الک و اصحابک یا حبیب اللہ

اھداء

اپنے پیرومرشد قبلہ امیرِاہلسنّت حضرت علامہ محمد الیاس عطار قادری تمت فیوضہ و أطال اللہ عمرہ کے نام، جن کی وجہ سے ہمیں امامِ اہلسنّت سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جیسی اعلیٰ علمی وروحانی شخصیت ملی ہے۔

اور اپنے والدین رحمہما اللہ تعالی کے نام، جن کی نیک خواہشات اور نیک تمناؤں کا نتیجہ ہے کہ آج میں اس راہ کا راہی ہوں۔

اور راقم الحروف اپنی اس حقیرسی کاوش کو اپنے والدِ ماجد مرحوم نور محمد اور والدۂ ماجدہ مرحومہ عزیز بیگم نورّ اللّٰہ مرقد ھما کے نام منسوب کرتا ہوں، جن کی مربّیانہ ومشفقانہ تربیّت کے اثرات آج تک میری زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور جن کی نیک خواہشات و تمناؤں کا نتیجہ ہے کہ میں اس راہ کا راہی ہوں۔ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝

نیازمند:

محمد آفتاب رضا عطاری المدنی

پیش لفظ

انسان کا مقصدِ حیات، ربّ کائنات کی عبادت کے ذریعے اس کی رضائے دائمی کا حصول ہے، جو اس مقصد میں کامیاب ہو گیا وہی حقیقی کامیاب ہے۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم انسانوں کی رُشد و ہدایت کے لئے دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ آپ کے افعال واقوال راہِ حق کے مُتلاشیوں کے لئے نورِ ہدایت ہیں۔ فرمانِ خداوندی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [سورة الاحزاب: 21/33]

ترجمہ: بیشک تمہیں رَسُولُ اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ (کنز الایمان)

لہٰذا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتوں پر چلو یہ بہتر ہے۔

انہیں فرامین میں سے ایک فرمان یہ ہے: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات

یعنی، اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے۔

چنانچہ زیرِ نظر ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کا رسالہ: ''تطهير الطوية فی تحسين النية'' میں نیت کی اہمیت وضرورت، حقیقت ومعرفت اور اس کے حسن وقبح کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ رسالہ ھذا اب تک عربی زبان میں تھا اور اردو طبقہ کے لیے اس کے اردو زبان میں ترجمہ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالی کے کرم سے اس عظیم کام کی سعادت، بہترین مترجم حضرت علامہ مولانا محمد آفتاب رضا العطاری المدنی حفظہ اللہ تعالی کے حصّے میں آئی اور تخریجِ احادیث، حواشی لگانے اور تقدیم لکھنے کی خدمت ہمارے ادارے کے شعبہ دار الافتاء کے مفتی، مولانا مہتاب احمد رضوی نعیمی نے انجام دی۔ ادارہ اس کو اپنے سلسلہ اشاعت کے 295 ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔

اللہ کریم مؤلف، مترجم اور محقق ومحشی کو جزائے خیر عطا فرمائیے اور ان سب کے طفیل مجھے دونوں جہانوں کی بھلائیاں عطا فرمائیے۔ آمین بجاہ النبی الأمین!!!

فقط

محمد شہزاد العطاری المدنی

احوالِ مصنّف

امام نورالدین ابوالحسن بن علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی حنفی جو''ملاّ علی القاری'' کے نام سے معروف ہیں۔

اور ملاّ عجم میں بڑے عالم کو کہتے ہیں اور قاری کے لقب سے اس لئے مشہور ہوئے کہ آپ علم القرأت کے بہت بڑے ماہر تھے ،ہروی اس لئے کہلائے کہ آپ ''ہرات''میں پیدا ہوئے ،وہیں قرآنِ کریم حفظ کیا،تجوید اور علم القرأت علاّمہ معین الدین بن حافظ زین الدین سے حاصل کیا اور پھر اپنے زمانے میں اپنے شہر کے شیوخ سے علوم حاصل کئے اور جب اسماعیل بن حیدر صفوی جو''شاہ اسماعیل'' کے نام سے معروف تھا اور صفویہ رافضیہ کا پہلا بادشاہ تھا اس نے ہرات پر تسلط حاصل کیا اور مسلمان ظلماً قتل کئے جانے لگے تو علماء کی ایک بڑی جماعت نے وہاں سے ہجرت کی جن میں ملاّ علی قاری بھی تھے ،مؤرخین نے آپ کی پیدائش کا سال ذکر نہیں کیا، یہ ضرور لکھا ہے کہ آپ ۹۵۲ھ کے بعد مکہ مکرمہ آئے۔

ملاّ علی قاری کا بے حد ذوق رکھتے تھے۔کہتے ہیں آپ کو جب بھی دیکھا گیا تو آپ کے پاس یا تو کوئی کتاب ہوتی یا کسی عالم کے سامنے بیٹھے ہوتے ،اس طرح آپ نے مسجدِ حرام کے علماء کی صحبت کو لازم کر لیا۔ملاّ علی قاری نے بیشمار علماء سے اکتساب علم کیا جن میں علاّمہ معین الدین، امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی سعدی انصاری شافعی ،مصری ،مکی (ت۹۷۳ھ) صاحب ''کنز العمال'' فقیہ محدث شیخ علاؤ الدین بن حسام الدین عبدالملک بن قاضی خان قرشی ہندی ثم المدنی ثم المکی (ت۹۷۵ھ) ،فقیہ محدث قاضی ملاّ عبداللہ بن سعد الدین عمری سندھی ثم مکی حنفی (ت۹۸۴ھ) قطب الدین محمد بن علاؤ الدین احمد بن محمد نہراوانی ہندی ثم مکی حنفی ،فقیہ سنان الدین یوسف بن عبداللہ اماسی رومی حنفی

(ت ۱۰۰۰ھ)وغیرہم شامل ہیں۔

اور آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے کیونکہ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، محدث ،فقیہ اورقاری تھے اورآپ کے نامور تلامذہ میں امام وخطیب حرم مفتی شیخ محی الدین عبدالقادر بن محمد بن یحیٰ طبری شافعی مکی (ت ۱۰۳۳ھ)فقیہ قاضی عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن مرشدعمری مرشدی مکی حنفی (ت ۱۰۳۷ھ)،شیخ محمد ابوعبداللہ (ت ۱۰۶۱ھ)جن کا لقب عبدالعظیم مکی حنفی تھااورسیّد معظم الحسینی بلخی وغیرہم شامل ہیں۔

علم وعرفان کا یہ آفتاب شوال المکرّم ۱۰۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں غروب ہوگیااور انہیں جنت المعلی میں دفن کیا گیا، کہتے ہیں کہ جب آپ کے وصال کی خبر مصر پہنچی تو از ہر میں چار ہزار سے زائد مجمع میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

ملاّ علی قاری کا شمار گیارہویں صدی ہجری کے محقّقین ،مدققین علماء میں ہوتا ہے اس میں کوئی غلونہیں ہے کہ آپ فقیہ، اُصولی ،مفسّر ،مُقری ،متکلم ،محدّث ،لغوی اورنحوی تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کی ذہانت، عقل، راجح ،صبر علی التدقیق ،قدرت علی التالیف عطا فرمائی تھی۔

اوربعض علماء نے آپ کے پوتے سے مکہ مکرمہ میں سنا کہ ’’ہمارے دادا کی تین سو تالیفات ہیں، وہ آپ نے اپنی اولاد پر وقف کردیں اورشرط یہ رکھی کہ اُن کی نقل لینے سے منع نہ کیا جائے‘‘(دیکھئے مرقات ،ترجمۃ الإمام الملاّ علی القاری ،۱/ ۳۳)

(نوٹ: صاحبِ رسالہ کے مختصر حالات ہمارے ادارے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی طرف سے ربیع الثانی 1430ھ بمطابق اپریل 2009م ،سلسلہ اشاعت نمبر دوسو چھ (206) پر شائع کیے گئے رسالہ: ’’**رسالة فی بیان الوضع والارسال فی حالة الطّواف** ترجمہ بنام: حالتِ طواف میں ہاتھ باندھنے اورچھوڑنے کا بیان‘‘ ،میں استاذی قبلہ شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ تعالی نے رقم فرمائے تھے۔انہیں حالات کوجوں کا توں شامل کیا جارہا ہے۔)

تقدیم

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

نیّت کی اہمیّت وضرورت

آغازِ سخن

انسان کا مقصدِ حیات نیک اعمال کے ذریعے اپنے ربّ کریم کی رِضا کا حصول ہے، جسے یہ نعمت نصیب ہوگئی وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگیا، اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُس عمل سے راضی ہوتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو اور جو عمل اس کے غیر کے لئے کیا جائے وہ نامقبول ہے۔

میرا ہر عمل بس تیرے واسطے ہو
کر اِخلاص ایسا عطا یاالٰہی

اخلاص کے بغیر عبادت کرنا، ٹھنڈے لوہے کو کوٹنے کی مانند ہے؛ کیونکہ جس طرح ٹھنڈے لوہے کو کوٹنے میں محنت بہت اور نتیجہ کچھ نہیں بالکل اسی طرح بغیر اخلاص کے عبادت کرنے میں بس محنت ہی ہے، نتیجہ و ثواب کچھ نہیں۔ تفسیرِ نعیمی جلد 4، صفحہ 27 پر ہے: صوفیاء فرماتے ہیں کہ بغیر خلوص و محبت عبادت کرنا ایسا ہے جیسے ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا کہ اس میں محنت بہت، نتیجہ کچھ نہیں۔ دل کو پہلے عشق کی بھٹی میں گرم و نرم کرو، پھر عبادتوں کے ہتھوڑوں سے کوٹو۔

اور ثواب و عذاب کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اچھی نیّت کی وجہ سے انسان بغیر عمل کے بھی ثواب کا مستحق ہوجاتا ہے اور اسے وہی ثواب ملتا ہے، جو اس وقت ملتا جب وہ عمل

کرتا،اسی طرح گناہ کا پُختہ اِرادہ کرنے پر بھی انسان گنہگار ہو جاتا ہے اگر چہ اس نے وہ گناہ نہ کیا ہو۔چنانچہ صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:اگر گناہ کے کام کا بالکل پکا ارادہ کرلیا جس کو عزم کہتے ہیں تو یہ بھی ایک گناہ ہے اگر چہ جس گناہ کا عزم کیا تھا،اسے نہ کیا ہو۔(۱)

تعریفِ نِیَّت:

لغوی معنی:قصد وارادہ۔

اصطلاحی معنی:دل سے کسی بھی چیز کے پختہ ارادہ کرنے کو''نیّت'' کہتے ہیں۔

اور شریعت کی اصطلاح میں دل سے عبادت کے پختہ ارادہ کرنے کو''**نیّت**'' کہتے ہیں۔

چنانچہ شارحِ بخاری مفتی شریف الحق امجدی حنفی،متوفی ۱۴۲۱ھ،''نیّت'' کی لغوی واصطلاحی تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:نِیَّت دل کے پختہ اِرادے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی چیز کا ہو اور شریعت میں عبادت کے ارادے کو نِیَّت کہتے ہیں۔(۲)

مشروعیتِ نیت میں حکمت:

(1)نیّت کرنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ یہ عادت اور عبادت میں فرق کردیتی ہے،مثلاً: ایک شخص عادت کے پیشِ نظر مسجد میں آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتا ہے اور دوسرا، اعتکاف کی نیّت سے مسجد میں آیا اور آرام کے لیے لیٹ جاتا ہے تو پہلے کا لیٹنا عبادت نہیں ہوگا جبکہ دوسرے کا لیٹنا عبادت ہوگا،لہٰذا عادت اور عبادت میں فرق کرنے والی چیز نیّت

---

(۱)بہارِ شریعت،3/615،طبع:مکتبۃ المدینہ،کراچی

(۲)نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری،1/169،برکاتی پبلشرز،کھارادر،کراچی

ہے۔

(2) دوسری حکمت یہ ہے کہ نیّت درجاتِ عبادت کے درمیان فرق کرتی ہے، مثلاً: ایک شخص نمازِ ظہر کے وقت میں فرض کی نیّت سے چار رکعت ادا کرتا ہے اور وہی شخص اسی وقت میں سنّت کی نیت سے چار رکعت ادا کرتا ہے۔اب دونوں عبادتیں ہیں لیکن ایک عبادت کا درجہ فرض ہے اور دوسری کا رتبہ واجب ہے، لہٰذا درجاتِ عبادت کے درمیان فرق کرنے والی چیز نیّت ہے۔

چنانچہ امام اَبُو زَکَرِیَّا مُحی الدِّین یَحْیٰی بن شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی، متوفّٰی 672ھ لکھتے ہیں:

> وشرعت النيّة لتمييز العادة من العبادة أو لتمييز رتب العبادة بعضها عن بعض، مثال الأول :الجلوس في المسجد قد يقصد للاستراحة في العادة، وقد يقصد للعبادة بنيّة الاعتكاف، فالمميّز بين العبادة والعادة هو النيّةومثال الثاني وهو المميّز رتب العبادة، كمن صلّى أربع ركعات قد يقصد إيقاعها عن صلاة الظهر وقد يقصد إيقاعها عن السنن فالمميّز هو النية.(٣)

یعنی، عبادت وعادت کے درمیان فرق کرنے کے لیے نیّت مشروع ہوئی یا پھر ایک عبادت کے درجے اور دوسری عبادت کے درجے کے درمیان فرق کرنے کے لیے شریعت میں نیّت کرنے کا حکم دیا گیا۔اوّل کی مثال: مسجد میں استراحت و آرام کے ارادے سے بیٹھا جاتا ہے اور کبھی مسجد میں اعتکاف کی نیّت سے عبادت کے ارادے سے

---

(٣)ملتقطاً، الأربعين للنووي، صفحة:21 ،مكتبة المدينة، كراتشي

بیٹھا جاتا ہے، پس جو عبادت و عادت کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے، وہ ''نیّت'' ہے۔ ثانی (ایک عبادت اور دوسری عبادت کے درمیان فرق کرنے والی چیز نیّت ہے۔ اس) کی مثال: ایک شخص ظہر کے وقت میں فرض کے ارادے سے چار رکعت ادا کرتا ہے اور اسی وقت میں سنّت کے ارادے سے چار رکعت ادا کرتا ہے، پس دو عبادتوں (فرض و سنّت) کے درمیان فرق کرنے والی چیز ''نیّت'' ہے۔

محلِ نیّت دل ہے اور دل تختی کی مانند ہے:

اور نیّت کا محل دل ہے۔ دل صاف ہوگا تو نیّت میں حسن پیدا ہوگا اور دل کی صفائی کے لیے اس کا عشقِ الٰہی و محبتِ الٰہی سے لبریز ہونا، آنکھوں کا خوفِ خدا سے رونا اور بندے کا عبادت میں لگے رہنا ضروری ہے۔

مفسرِ شہیر حکیم الاُمّت مفتی احمد یا خان نعیمی لکھتے ہیں: خیال رہے کہ جیسے تختی صاف ہونے میں پانی، گھریا پھر دھوپ کی ضرورت ہے ایسے ہی دل کی تختی صاف ہونے میں آنکھوں کے پانی، عبادت کی کھویا اور عشق کی تپش کی ضرورت ہے۔(۴)

قرآنِ مجید میں نیّت کا بیان:

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ.(۵)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک

---

(۴) تفسیرِ نعیمی، 691/1

(۵) پ:30، البينة:5

طرف کے ہوکر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔(کنزالایمان)

چنانچہ حضرتِ سَیِّدُنا اِسماعیل حَقّی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللّٰہِ الْقَوِی ،متوفی 1137ھ تفسیرِ رُوحُ الْبَیَان میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اخلاص یہ ہے کہ انسان کا دل اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو۔بعض بزرگوں نے فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ تیرے عمل پر سوائے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اور کوئی مُطَّلِع نہ ہو اور نہ ہی اس میں تیرے نفس کو دَخل ہو بلکہ یہ عقیدہ ہو کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی مہربانی ہے کہ اس نے تجھے اپنی عبادت کا اَہل بنایا اور تجھے اپنی عبادت کی توفیق بخشی اب اس سے عبادت کا اجروثواب اور بدلہ بھی طلب نہیں کرنا چاہیے۔(٦)

اور ارشادِ بارِی تعالیٰ ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ.(٧)

ترجمہ: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیز گاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔(کنزالایمان)

مطلب یہ ہے کہ جب ہم راہِ خدا میں جانور قربان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون۔گوشت ہم کھا جاتے ہیں......ہڈیاں ڈھیروں پر پھینک دی جاتی ہیں......خون گلیوں میں بہہ جاتا ہے......اور کھالیں مدارس والے لے جاتے ہیں پھر اللہ کی بارگاہ میں کیا پہنچا؟ تو فرمایا: اس کی بارگاہ میں تمہارے دلوں کا تقوی پہنچتا ہے۔

(٦) روح البیان، تحت هذه الآیة، 488/10 ،دار الکتب العلمیة بیروت

(٧)سورة الحج، الآیة : 37

حضرتِ سَیِّدُ نامُقاتِل رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے:

لن يرفع إلى اللّٰه لحومها ولا دماؤها ولكن ترفع إليه منكم الأعمال الصالحة والتقوى.(۸)

یعنی، اللہ کی بارگاہ میں خون اور گوشت نہیں پہنچتے بلکہ اسکی بارگاہ میں تمہارے اعمالِ صالحہ اور تقویٰ پہنچتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں نیّت کا بیان

نیت کے بارے میں کُتُبِ احادیث میں کئی حدیثیں موجود ہیں۔صرف ایک حدیث چند نکات کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

ثواب کا دارومدار نیّتوں پر ہے

امام بخاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ البَارِی ''صحیح البخاری'' میں پہلی حدیث نقل فرماتے ہیں:

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّاب رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَّانَوىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُه اِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُه اِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُه لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُه اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ.(۹)

یعنی: اَمیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(۸)معالم التنزيل فی تفسير القرآن المعروف بتفسير البغوی، تحت هذه الآية، 388/5

(۹)صحيح البخاری، كتاب بدء الوحی، الحديث: 1

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے، ہر شخص کیلئے وہی ہے جواُس نے نیّت کی، جس کی ہجرت اللہ اور رَسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کی طرف ہے اور جس کی ہجرت حُصُولِ دنیا یا کسی عورت کے لئے ہو جس سے وہ نکاح کرنا چاہے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

لوگو! اس فرمانِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ دَرس ملا کہ اعمال کا ثواب نیّتوں پر موقوف ہے، جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کے لئے عمل کرے گا، وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا اور جس کا عمل دنیا کے لئے ہوگا اسے کچھ ثواب نہ ملے گا۔

حدیث: ”اَلاَعْمَالُ بِالنِّیَات“ ایک تہائی اِسلام ہے

حضرتِ سَیِّدُنا امام شافعی اور دوسرے آئمہ کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلام فرماتے ہیں: ”ھو ثُلثُ الإسلام“(۱۰)

یعنی، یہ حدیث، دین کا تہائی حصہ ہے۔

علامہ بَدْرُ الدِّین مَحْمُود بِنْ اَحْمد عَیْنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے فرمایا: کیونکہ اس حدیث میں نیّت کا بیان ہے اور اسلام کے اَحکام کی بجا آوری تین طرح سے ہوتی ہے: (۱) قول سے (۲) عمل سے (۳) نیّت سے، لہٰذا نیّت ایک تہائی اسلام ہے۔(۱۱)

حدیث: ”اَلاَعْمَالُ بِالنِّیَات“ دِین کو کِفایت کرنے والی چارحدیثوں میں سے ایک ہے

(۱۰)شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب: قولہ صلی اللہ علیہ وسلم إنما الأعمال بالنیۃ، 46/13

(۱۱)عمدۃ القاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، 1/، تحت الحدیث: 1

حضرتِ سَیِّدُ نا اِمام ابوداود عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَدُوْد فرماتے ہیں:

وَیَکْفِی الإِنْسَانَ لِدِینِهِ مِنْ ذَلِکَ أَرْبَعَةُ أَحَادِیثَ، أَحَدُهَا قَوْلُهُ عَلَیْهِ السَّلامُ الأَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ الثَّانِی قَوْلُهُ مِنْ حُسْنِ إِسْلامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَا لا یَعْنِیهِ وَ الثَّالِثُ قَوْلُهُ لا یَکُونُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتَّی یَرْضَی لأخیه ما یرضاه لِنَفْسِهِ وَ الرَّابِعُ قَوْلُهُ الْحَلالُ بَیِّنٌ وَ الْحَرَامُ بَیِّنٌ، وَبَیْنَ ذَلِکَ أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ الْحَدِیثَ. (۱۲)

یعنی، انسان کے دِین کے لئے یہ چار حدیثیں کافی ہیں: (1) اعمال کا دارومدار نِیَّتوں پر ہے۔ (2) حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ (3) مِنْ حُسْنِ إِسْلامِ الْمَرْءِ تَرْکُہ مَالایَعْنِیْہ (فضول باتوں کو چھوڑ دینا انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ہے۔ (4) بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حدیث: "اَلاَعْمَالُ بِالنِّیَات" فِقہ کے ستر (70) ابواب میں موجود ہے:

حضرتِ سَیِّدُ نا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: یدخل فی سبعین باباً من الفقه۔ (۱۳)

یعنی، یہ حدیث، فقہ کے سَتَّر اَبواب میں موجود ہے۔

---

(۱۲) تاریخ بغداد، للخطیب البغدادی، باب السّین، سلیمان بن الأشعث، 58/9

(۱۳) شرح مسلم للنووی، کتاب الإمارة، باب: قوله صلی الله علیه وسلم إنما الأعمال بالنیة، 46/13

نیّت کے متعلق چند ایک ایمان افروز حکایات

اچھی نیَّت پر انعامِ خداوندی:

منقول ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص قحط کے زمانے میں ریت کے ایک ٹیلے کے قریب سے گزرا تو دل میں کہا: اگر یہ ریت غلّہ ہوتی تو میں اسے لوگوں پر صدَقہ کردیتا۔ اللہ عزَّوَجل نے اس دَور کے نبی عَلَیْہِ السَّلام پر وَحی بھیجی کہ اس سے فرمادو! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے تیرا صدَقہ قبول کرلیا ہے اور اچھی نیت کے بدلے تجھے اتنا ثواب دیا کہ جتنا اس وقت ملتا جب یہ ریت غلّہ ہوتی اور تو اسے صدَقہ کردیتا۔ (۱۴)

اچھی نیَّت کی وجہ سے بخشش

خلیفہ ہارون الرشید کی زوجہ زُبَیْدَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکِ یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھے بخش دیا۔ پوچھا کیا مغفرت کا سبب وہی سڑک بنی جسے آپ نے بہت زیادہ مال خرچ کرکے مکہ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کی طرف بنوایا تھا؟ کہا: نہیں، اس سڑک کا ثواب تو کام کرنے والوں کو ملا، مجھے تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے میری اچھی نیّتوں کی وجہ سے بخشا ہے۔ (۱۵)

اچھی نیت اور اخلاص کے بغیر نیک عمل مقبول نہیں

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو عمل اچھی نیّت اور اخلاص کے بغیر کیا جائے، وہ

---

(۱۴) قوت القلوب لابی طالب المکی، 2/271

(۱۵) الرسالۃ القشیریۃ، ص: 422

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں، لہٰذا ہم پر ضروری اور لازم ہے کہ ہم نیّت اور اخلاص کی حقیقت سے واقف ہوں اور عمل کرنے سے پہلے اچھی اچھی نیتیں کرلیں۔ نیّت اور اخلاص کی اہمیّت کو بیان کرتے ہوئے امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: جو شخص نیت کی حقیقت سے واقف نہ ہو اس کی نیّت کیسے صحیح ہوگی؟ یا جس کی نیّت درست ہو وہ اخلاص سے آگاہ ہوئے بغیر مخلص کیسے ہوگا؟ یا وہ شخص جو صداقت کے مفہوم سے آگاہی نہ رکھتا ہو، وہ اپنے نفس سے صداقت کا مطالبہ کیسے کرے گا؟ لہٰذا جو شخص اللہ کی اطاعت کا ارادہ رکھتا ہو اس کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نیت کا علم حاصل کرے تا کہ اسے نیت کی معرفت حاصل ہو پھر صداقت و اخلاص کی حقیقت سے آگاہ ہو کر عمل کے ذریعے نیت کو صحیح کرے؛ کیونکہ بندے کی نجات اور چھٹکارے کا وسیلہ یہی دو (نیّت اور اخلاص) باتیں ہیں۔(۱۶)

برادرانِ اسلام! نیت اور اخلاص کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے امام غزالی علیہ الرّحمہ کی مایہ ناز تصنیف ''احیاء العلوم'' سے ان ابواب کو پڑھیں اور امام المحدثین والفقہاء ملا علی قاری علیہ الرّحمہ کے زیرِ نظر رسالہ: ''تطهير الطويه في تحسين النّية'' کا مطالعہ کریں تا کہ ان کی معرفت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر آن اپنی نظرِ رحمت میں رکھے! ہر نیک عمل میں اخلاص عطا فرمائے اور ہر نیک و جائز کام کرنے سے پہلے اچھی اچھی نیتیں کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے! ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور رسالہ ھذا کے مترجم، محترم المقام فائز المرام، مولانا المکرّم ذی المجد والکرم ذی العلم والعمل برادرِ اکبر واکرم محمد آفتاب رضا عطاری المدنی

---

(۱۶) إحياء علوم الدين، كتاب النيّة و الإخلاص و الصدق، 5/ 86

حفظه الله الغنی فی الدنیا و الدین و جعله کاسمه شمس الدین آمین ! کے حکم کو بجالاتے ہوئے اور مولانا المعظم المفخم المکرّم، ذی الفضل التام والفیض العام والعز والاکرام حامی الاسلام، رفیع القدر جلیل الشان، العالم العامل الکامل المحدث المفتی محمد عطاءاللہ النعیمی حفظه الله و أطال عمره کی اجازت سے مجھ ناچیز نے یہ مختصر مقدمہ سپردِ قرطاس کیا، اللہ کریم ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے طفیل مجھ بے بضاعت و پر لجاجت کو دونوں جہانوں کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمین! بجاه النبی الکریم الرء وف الرحیم علیه وعلی اٰله و أصحابه و أفضل الصلاة و التسلیم.!!!

خادمِ علم وعلما:

مہتاب احمد رضوی عطاری نعیمی

مدرّس: جامعۃ المدینہ، کراچی

المتخصص فی الفقہ الاسلامی: دارالافتاء النور

امام وخطیب: جامع مسجد الخیر کلفٹن، بلاک 2

موبائل نمبر: 03085512858

میل: mehtabahmedmadani@gmail.com

تَطْهِيرُ الطّوِيّة فى تَحْسِينِ النِيّة

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

سب خوبیاں اللہ عزوجل کے لئے جو نیت اور عمل سے باخبر ہے اور تمام مخلوق سے بہتر ذات، آپ کی آل، صحابۂ کرام اور تابعین عظام پر دل کی گہرائیوں سے درود وسلام ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد!

حدیث پاک میں ہے،

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهِ .(۱۷)

یعنی مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔''

زرکشی نے کہا: ''اس کی سند ضعیف ہے۔(۱۸)

اور عراقی نے کہا: ''اس حدیث پاک کو امام طبرانی نے سہل بن سعد اور نواس بن سمعان کی حدیث سے روایت کیا ہے اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔''(۱۹)

اور عسکری نے اس کو ''امثال'' میں اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا، ''مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بلیغ ہے۔''(۲۰)

---

(۱۷)شعب الإيمان، 176/9، الحديث: 6447

(۱۸)اللآلى المنثورة فى الأحاديث المشهورة المعروف بـالتذكرة فى الأحاديث المشتهرة، صفحة: 65

(۱۹) تخريج أحاديث الإحياء، كتاب الصبر و الشكر، 1735/1

(۲۰)الأمثال،ص: 90 وشعب الإيمان، 175/9، الحديث: 6445

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے، ''اور بے شک اللہ عزوجل بندے کو اس کی نیت پر وہ عطا فرماتا ہے، جو اسے عمل پر عطا نہیں فرماتا۔'' (۲۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث کی کئی اسناد ہیں جو مجموعی طور پر اسے قوی کر دیتی ہیں اور اسے حسن کے درجہ تک پہنچا دیتی ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب اور عمل پر نیت کی فضیلت کی وجوہ

پھر بے شک نیت کے بغیر عمل میں کوئی بھلائی نہیں۔ پس حدیث پر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث پاک سے شے کو اپنی ذات وغیرہ پر فضیلت دینا لازم آتا ہے۔ علمائے کرام نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں:

﴿۱﴾...... پہلا جواب: بے شک ''خیر'' اسم تفضیل، اَفْعَل صیغہ کے معنٰی میں نہیں ہے اور حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ مؤمن کی نیت اس کی تمام نیکیوں سے بہتر ہے جیسا کہ مؤمن کا عمل اس کو نیکی پر ابھارنے والے تمام کاموں سے بہتر ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے، ''شہد کھجور سے میٹھا ہے اور موسم گرما موسم سرما سے گرم ہے۔''

یہ جواب کمزور ہے کیونکہ ایسی تاویل اس صورت میں کی جا سکتی ہے جس میں کسی طور پر اصل مشارکت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور بلاشبہ جس طرح نیت نیکیوں میں سے ہے اسی طرح عمل بھی نیکیوں میں سے ہے لہٰذا یہ کلام زیادہ مفید نہیں پس حدیث پاک کو اس پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔

---

(۲۱) الفردوس بمأثور الخطاب، 286/4، الحدیث: 6843 من حدیثِ أبی موسی الأشعری رضی الله تعالی عنه

﴿۲﴾......دوسرا جواب: ''عَمَلِهٖ'' کی ضمیر کافر معہود کی طرف لوٹتی ہے اور وہ سابق (محذوف) ہے کہ کافر نے پل بنایا یا کنواں کھودا جبکہ مسلمان نے پل بنانے یا کنواں کھودنے کا صرف عزم کیا لیکن یہ لفظاً اور معناً بعید ہے۔

لفظاً: لفظی طور پر اس لئے بعید ہے کہ کلام میں مرجع پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہیں پس یہ تعمیہ اور الغاز کے باب سے ہو جائے گا۔ اور یہ اعجازِ کلام میں خلل ڈالتا ہے اور اس رسول اللہ ﷺ کے کلام کے مناسب نہیں جو لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کرتے ہیں، لہذا یہ کلام کافر سے منزّہ اور پاک ہے

معناً: معنوی طور پر اس لئے بعید ہے کیونکہ کافر کے عمل میں کوئی بھلائی نہیں یا تو عمل صحیح ہونے کی شرط نہیں پائی جاتی جو کہ ایمان ہے یا پھر اس کے ساتھ اچھی نیت ملی ہوئی نہیں ہوتی۔

حالانکہ ضمیر مومن کی طرف لوٹا کر مذکورہ معنٰی، دلیل (مفہوم مخالف) کے طریقے پر سمجھا جا سکتا ہے؛ کیونکہ جب مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے تو بدرجۂ اَولیٰ کافر کے عمل سے بہتر ہو گی۔

جی ہاں! اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کافر کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے اور یہ بات اسی طرح ہے کیونکہ (حدیث پاک کے مطابق) اللہ عزّ وجلّ فاجر شخص کے ذریعے اس کے دین کی ضرور تائید فرماتا ہے اور یہ معاملہ منافق میں بہت واضح ہے (کہ منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے)۔

﴿۳﴾......تیسرا جواب: نية المؤمن خير من عمله میں ''عمل'' کے **مضاف** (خیار)

کو محذوف مانا جائے اور اب عبارت بن جائے گی: "نیة المؤمن خیر من خیار عملہ"، یعنی بے شک مؤمن کی نیت اس کے بہتر عمل سے بہتر ہے اور یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اس سے کم تر کوئی فائدہ نہیں۔

﴿۴﴾...... چوتھا جواب: مؤمن کی نیت اس کے عمل سے پیدا ہونے والی ایک بہتر چیز ہے اور یہ جواب پچھلے جواب کے قریب ہے۔

﴿۵﴾...... پانچواں جواب: مؤمن کی نیت اس کے بغیر نیت والے عمل سے بہتر ہے۔ اور اس سلسلے میں یہ بات بھی ہے کہ بغیر نیت والے عمل میں کوئی بہتری نہیں تو نیت عمل سے بہتر کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اصل خیر میں مشرکین کے لئے ترجیح ظاہر ہے۔

﴿٦﴾...... چھٹا جواب: عمل کے دو اجزا میں سے ایک جو کہ نیت ہے، دوسرے جز سے افضل ہے جو نیت کے ساتھ متصل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ماہیت اُس ماہیت سے بہتر ہے۔

اس کا معنٰی یہ ہے کہ ہر طاعت نیت اور عمل پر مشتمل ہے۔ نیت جملہ نیکیوں میں سے ہے اور عمل بھی جملہ نیکیوں میں سے ہے لیکن جملہ نیکیوں میں سے نیت عمل سے بہتر ہے یعنی نیت اور عمل دونوں میں سے ہر ایک کا مقصود میں اثر ہے اور نیت کا اثر عمل کے اثر سے زیادہ ہے۔

پس معنٰی یہ ہوا کہ مؤمن کی نیت جو کہ اس کی نیکیوں میں سے ہے، اس کے عمل سے بہتر ہے جو کہ اس کی نیکیوں میں سے ہے۔ غرض یہ کہ بندے کو نیت اور عمل میں اختیار ہے پس یہ دونوں عمل ہیں اور ان دونوں میں نیت بہتر ہے یہی اس کا معنٰی ہے۔

نیت کے عمل سے بہتر اور راجح ہونے کی وجوہات

اب نیت کے عمل سے بہتر اور قابل ترجیح ہونے کی وجوہات بیان کی جائیں گی:

﴿۱﴾......پہلی وجہ: یہ ہے کہ نیت مؤمن کے عمل سے بہتر ہے اس لئے کہ یہ کبھی عمل کو صحیح کرنے والی ہوتی ہے جیسا کہ نماز، روزہ جیسی عباداتِ مستقلہ (عباداتِ مقصودہ) میں ہوتا ہے۔اور کبھی ثواب کا فائدہ دیتی ہے جیسا کہ عبادات کی شرائط مثلاً وضو، ستر عورت وغیرہ میں ہوتا ہے۔اور کبھی اعمال میں خوبصورتی پیدا کرتی ہے جیسے مباح اُمور۔

اس کا لُبِّ لُباب یہ ہے کہ نیت عبادت کے دو اجزاء میں سے ایک ہے پس عبادت اسی طرح نیت پر موقوف ہے جس طرح عمل پر موقوف ہے۔اور نیت دونوں اجزاء میں سے بہتر ہے اور عمل کا نفع نیت پر موقوف ہے لیکن اس کا برعکس نہیں (یعنی نیت کا نفع عمل پر موقوف نہیں)۔

﴿۲﴾......دوسری وجہ: یہ ہے کہ نیت کا مقام معرفت کا مقام ہے یعنی مؤمن کا دل۔حضرت سیدنا سہیل بن عبد اللہ تستری قدس سرہُ العالی فرماتے ہیں: اللہ عزّ وجلّ نے اپنے بندہ مؤمن کے دل سے زیادہ معزز اور مکرم کوئی مقام پیدا نہیں فرمایا جیسا کہ اس نے مخلوق کو اپنی معرفت سے زیادہ معزز کوئی بزرگی عطا نہیں فرمائی پس اس نے معزز کو معزز کے لئے قرار دیا پس جو چیز زیادہ معزز مقام سے پیدا ہو وہ دیگر مقام سے پیدا ہونے والی چیز سے زیادہ معزز ہو گی۔آپ فرماتے ہیں: وہ بندہ ہلاک ہوا جو اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک معزز ترین مقام کو اللہ کے غیر میں مشغول رکھے۔

حدیث قدسی ہے کہ ''میں ٹوٹے ہوئے دل والوں اور منہدم قبر والوں کے پاس ہوتا ہوں۔'' (۲۲)

---

(۲۲) مصنف علیہ الرّحمۃ نے ''الأسرار المرفوعة'' کے صفحہ: 118 پر لکھا ہے: ''لا أصل له في المرفوع''

یہ حدیث قدسی بھی اسی بات کا شعور دلاتی ہے کہ ''میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں مگر اپنے بندۂ مؤمن کے دل میں سما جاتا ہوں۔'' (۲۳)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ نیت باطن کا عمل ہے اور یہ ظاہری عمل سے افضل ہے۔ اس کی تائید یہ حدیث پاک بھی کرتی ہے کہ ''بے شک اللہ عزّ وجلّ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔'' (۲۴)

اور یہ حدیث پاک بھی اس کو تقویت دیتی ہے کہ ''بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے۔'' (۲۵)

اور اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: '' ﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ﴾ (۲۶)

ترجمہ: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔'' (کنز الایمان)

اور تقویٰ دل کی صفت ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ دل کا نیکی کی طرف مائل ہونا، خواہش سے پھر جانا اور دنیا سے بے رغبت ہو جانا۔ اور یہی تمام نیکیوں کا مقصود ہے۔

اسی وجہ سے دل کے اعمال کا اعضاء کی حرکات سے افضل ہونا ضروری ہے۔ پھر

---

(۲۳) عراقی نے ''تخریج أحادیث الإحیاء''، جلد: 1، صفحہ: 890 پر کہا: ''لم أر له أصلاً'' اور زرکشی ''التذکرة فی الأحادیث المشهورة'' کے صفحہ: 135 پر لکھتے ہیں: ''بعض حُفّاظ نے کہا کہ یہ حدیث اسرائیلیات میں موجود ہے اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے اس کی کوئی معروف سند نہیں ملتی۔

(۲۴) مسلم، کتاب الرّد و الصّلة و الآداب، باب تحریم ظلم المسلم......إلخ، الحدیث :2564

(۲۵) مسلم، کتاب المساقاة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات ، الحدیث : 1599

(۲۶) الحج: 37

نیت کا تمام اعمال سے افضل ہونا ضروری ہے کیونکہ نیت دل کے نیکی کی طرف مائل ہونے اور نیکی کا ارادہ کرنے کا نام ہے۔

﴿۳﴾……تیسری وجہ: یہ ہے کہ نیت کو ریا خراب نہیں کرتی جبکہ عمل کو ریا خراب کر دیتی ہے۔اسی طرح حدیث قدسی میں ہے کہ ''روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔''(۲۷)

منقول ہے کہ حضرت سیدنا عمر نے ایک اعرابی کو دیکھا جس نے اچھی طرح نماز ادا نہ کی۔آپ نے درّہ اٹھا لیا اور اسے نماز کا طریقہ سکھایا اور دوبارہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا یہ نماز بہتر ہے یا پہلی۔اس نے جواب دیا: نہیں، بلکہ پہلی بہتر ہے، کیونکہ وہ خالص اللہ عزّ وجلّ کے لئے تھی جبکہ یہ دوسری آپ کے ڈر سے تھی۔یہ سن کر حضرت سیدنا عمر مسکرا دیئے۔(۲۸)

﴿۴﴾……چوتھی وجہ: یہ ہے کہ مؤمن کی نیت اس میں اخلاص اور سچائی پائے جانے کی وجہ سے اس کے عمل سے بہتر ہے بخلاف منافق کے، کیونکہ اس کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے یعنی صورت میں۔

﴿۵﴾……پانچویں وجہ: یہ ہے کہ نیت انفرادی طور پر عبادت بن جاتی ہے اس پر ثواب ملتا ہے۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ''جس نے کسی نیکی کا پختہ ارادہ کیا لیکن عمل نہ کیا اللہ عزّ وجلّ نے اسے اپنے پاس لکھ لیا۔''(۲۹)

---

(۲۷)صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب هل يقول إني صائم إذا شتم، الحديث: 1904

(۲۸)لم أجده مسنداً۔

(۲۹)صحیح البخاری، کتاب الرّقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة، الحديث: 6491۔

لیکن عمل کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ عمل پر نیت کے ساتھ ہی ثواب ملتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ. (۳۰)

یعنی، اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

اور یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ہوسکتی، ''اور جس نے نیت کے مطابق عمل کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔'' (۳۱)

لہٰذا مذکورہ حدیث سے یہ وہم نہیں ہوسکتا کہ عمل نیت سے بہتر ہے کیونکہ دس نیکیوں کا لکھا جانا تنہا عمل پر نہیں بلکہ اس کے ساتھ نیت شامل ہے کیونکہ نیت عمل کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے جبکہ عمل نیت کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں پس اگر عمل کے ساتھ نیت نہ ہوتی تو عمل کا بالکل وجود ہی نہ ہوتا جبکہ محض نیت پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔

مروی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص قحط سالی میں ریت کے ایک ٹیلے کے پاس سے گزرا اور اپنے دل میں کہا؛ اگر یہ ریت کا ٹیلہ کھانا ہوتا تو میں اسے ضرور فقراء میں تقسیم کر دیتا۔ پس اللہ عزّ وجلّ نے ان کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اس شخص سے کہہ دو کہ بے شک اللہ عزّ وجلّ نے تجھے سچا کر دیا اور تیرے اچھے عمل کی تعریف کی اور تجھے اس بات کا ثواب عطا کیا کہ اگر وہ ٹیلہ کھانا ہوتا تو تُو اسے صدقہ کر دیتا۔ (۳۲)

اسی طرح ایک بادشاہ کا واقعہ ہے کہ جب اس نے اپنا عظیم لشکر دیکھا تو تمنّا کی کہ

---

(۳۰)صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، الحدیث: 1

(۳۱)صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی :(یریدون أن یبدلوا کلام اللہ)، الحدیث: 7501

(۳۲)امام ابوطالب مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی 336ھ ''قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب' 'میں جلد 2، صفحہ 271 پر لکھتے ہیں: یہ اسرائیلیات کے قصص میں سے ہے۔

اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوتا تو دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب جہاد کرتا پس اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا یہ عمل قبول کیا گیا اور اسے اس کا ثواب دیا گیا۔

استاذ ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے کہ کسی نے ملکہ زبیدہ کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا: ''مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکِ؟ یعنی اللہ عزّ وجلّ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' اس نے بتایا کہ مجھے بخش دیا گیا۔ پوچھا گیا: کیا کثیر کنوئیں بنوانے اور مکہ کے راستے میں نہر کھدوانے اوران پر اخراجات کرنے کی وجہ سے؟ اس نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں، یہ تمام اعمال تو مال والوں کی طرف چلے گئے، ہمیں تو نیتوں نے نفع دیا۔(۳۳)

جس شخص نے خواہش کی کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو گناہ میں خرچ کرتا تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ وہ گناہ میں خرچ کرنے والے کا شریک ہے۔

ایک دوسرے کو قتل کرنے والے دو شخصوں کے بارے میں مروی ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہیں اور مقتول کے جہنمی ہونے کی علّت یہ بیان فرمائی کہ اس نے بھی اپنے بھائی کو قتل کرنے کا قصد کیا(۳۴) یا ریاکاری کا ارادہ کیا۔(۳۵)

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے غیر عورت کے ارادے سے اپنی بیوی سے جماع کیا وہ گنہگار ہے اس کے برعکس جس نے اپنی بیوی سمجھ کر غیر عورت سے جماع کیا وہ

---

(۳۳) الرّسالة القشيرية، 568/2

(۳۴) صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب قول الله تعالى :[وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما]، الحديث: 31

(۳۵) صحیحین وغیرہ کی روایت میں لفظِ ''ارادة الرّیاء'' کا ذکر نہیں ہے۔

گنہگار نہیں۔(۳۶)

اسی طرح باوضو نماز پڑھنے والا گنہگار ہے، جو خود کو بے وضو سمجھتا ہے، اس کے برعکس بے وضو نماز پڑھنے والا گنہگار نہیں، جو خود کو باوضو سمجھتا ہے۔

﴿٦﴾......چھٹی وجہ: یہ ہے کہ نیت کی کوئی انتہا نہیں جبکہ عمل محدود ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ نیت ہمیشہ باقی رہتی ہے جبکہ عمل کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ عمل موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا: بے شک جنت میں داخلہ اللہ عزّ وجلّ کے فضل سے ہے اور جنت کے درجات اعمال کے مطابق ملیں گے اور جنت میں ہمیشگی نیت کے ساتھ ہے جبکہ جہنم میں داخلہ اللہ عزّ وجلّ کے عدل سے ہے اور اس کے طبقات اعمال کے مطابق ملیں گے اور جہنم میں ہمیشگی نیت کے ساتھ ہے۔

کفار کو مدّت کفر کے مطابق عذاب کیوں نہیں ملے گا؟

مذکورہ روایت سے یہ مشہور اشکال بھی ختم ہو جاتا ہے کہ ایک کافر جب ستر سال کفر میں رہتا ہے تو ظاہری عدل کا تقاضا ہے کہ اسے ستر سال سے زیادہ عذاب نہیں ہونا چاہئے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس کا جہنم میں ہمیشہ رہنا اس کی خبیث نیت کے اعتبار سے ہے کہ اگر وہ ہمیشہ زندہ رہتا تب بھی کافروں اور منافقوں کے طریقے پر ضرور قائم رہتا۔

جی ہاں! مؤمن کا جنت میں ہمیشہ رہنا اللہ عزّ وجلّ کے فضل کے منافی نہیں لیکن

---

(۳۶) اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ قصداً غیر عورت کو بیوی سمجھ کر اجماع کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ زنا ہے، ہاں اگر غلطی سے غیر عورت کو بیوی سمجھ کر جماع ہو گیا تو جائز ہے مثلاً شبِ زفاف اس کی بیوی کی جگہ کوئی غیر عورت کمرۂ عروسی میں چلی گئی اور اس نے اِسے بیوی سمجھ کر جماع کیا تو جائز ہے۔

اس کی حسن نیت سے تقابل کیا گیا کہ اگر وہ ہمیشہ زندہ رہتا تب بھی اللہ ربُّ العباد کی توحید پر قائم رہتا۔

قرآن وسنّت میں نیّت کی فضیلت

قرآن وسنت میں نیت کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں ان سے نیت کی فضیلت آپ پر روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گی۔

اللہ تعالٰی کے دو فرامین ملاحظہ فرمائیں:

﴿۱﴾......﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ط﴾(۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔(کنز الایمان)

اس آیتِ مبارکہ میں ارادہ سے مراد نیت ہے۔

﴿۲﴾......﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾(۳۸)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔(کنز الایمان)

یہاں مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْن سے مراد اچھی نیت کے ساتھ اخلاص سے اطاعت کرنے والے۔

---

(۳۷)الأنعام:52

(۳۸) البيّنة : 5

ایسی حدیث پاک جس کے صحیح ہونے پر علما کا اتفاق ہے اور علمائے اعلام نے فرمایا کہ یہ حدیث اسلام کا تیسرا حصہ ہے، اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس کی ہجرت (یعنی ہجرت میں نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے (یعنی اس کی ہجرت مقبول ہے) اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے حاصل کرے یا عورت کی طرف ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی (یعنی اس کی ہجرت اس کی طرف لوٹا دی جائے گی)۔(۳۹)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدنا امام ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ''میری امت کے اکثر شہدا اَصحابِ فُرُش (یعنی بستروں پر موت پانے والے) ہیں اور کئی صفوں کے درمیان قتل ہونے والوں کی نیت اللہ عزّ وجلّ بہتر جانتا ہے۔''(۴۰)

دارقطنی نے حضرت سیدنا انس سے روایت کیا کہ بے شک بندہ اچھے اعمال کرتا ہے تو فرشتے انہیں مہر لگے صحیفوں میں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اللہ عزّ وجلّ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں تو اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے: اس صحیفے کو پھینک دو کیونکہ اس میں موجود اعمال سے میری رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا پھر فرشتوں کو ندا فرماتا ہے کہ اس کے لئے فلاں فلاں عمل لکھ دو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے ربّ! اس نے تو ان میں سے کوئی عمل نہیں

(۳۹)صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، الحدیث: 1

(۴۰)مسند الإمام أحمدبن حنبل، 314/6، الحدیث: 3772

کیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: بے شک اس نے اس عمل کی نیت کی، بے شک اس نے اس عمل کی نیت کی۔(۴۱)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اس حدیث کو امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں روانہ ہوئے تو فرمایا: بے شک مدینہ پاک میں کچھ لوگ ہیں، جب ہم کوئی وادی طے کرتے ہیں یا کسی مقام پر چڑھائی کرتے ہیں جس سے کفار غضب ناک ہوتے ہیں یا کچھ خرچ کرتے ہیں یا ہمیں بھوک آلیتی ہے تو وہ ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہیں جبکہ وہ مدینہ میں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حالانکہ وہ تو ہمارے ساتھ نہیں! سرکار نے ارشاد فرمایا: انہیں کسی عذر نے روک لیا ہے لیکن وہ حسن نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ شریک ہیں۔(۴۲)

امام ابوداؤد نے عمدہ اسناد سے حضرت ابویعلی بن امیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے غزوہ کے لئے ایک کرائے دار اجرت پر لیا اور اس کے لئے تین دینار اجرت طے کی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس غزوہ میں اس کے لئے طے شدہ دیناروں کے علاوہ دنیا وآخرت میں کوئی فائدہ نہیں پاتا۔(۴۳)

مسلم شریف میں ہے، حضرت سیدتنا اُمِّ سلمہ فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۴۱) الدّار قطنی (نے اسی طرح روایت بیان کی ہے)، کتاب الطھارت، باب النیّة، 20/1، الحدیث: 132

(۴۲) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر، الحدیث: 2839، 4423

یہ الفاظ: ''شرکونا بحسن النیّة یعنی لیکن وہ حسن نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ شریک ہیں'' حدیث کے نہیں ہیں۔

(۴۳) أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو بأجر الخدمة، 17/3، الحدیث: 2527

نے ایک لشکر کا ذکر کیا جو جنگل میں دھنسا دیا گیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں تو مجبوراً اور کرائے پر لائے گئے بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ان کو اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ (۴۴)

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ''جس نے کسی عورت سے مہر پر نکاح کیا جبکہ اسے ادا کرنے کی نیت نہیں تو وہ زانی ہے۔ (۴۵)

مُرسَل حدیث (۴۶) میں ہے، ''جس نے اللہ عزّ وجلّ کی خوشنودی کے لئے خوشبو لگائی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہوگی اور جس نے غیر اللہ کے لئے خوشبو لگائی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی بدبو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی۔'' (۴۷)

گناہ نیت سے نہیں بدلتے

پھر اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ گناہ نیت سے اپنے موضوعات سے نہیں بدلتے تو جاہل کو اس فرمان رسول ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' کے عموم سے یہ بات نہیں سمجھنی چاہئے اور یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ معصیت اچھی نیت سے اطاعت بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ وہ شخص جو کسی کی دلجوئی کے لئے کسی انسان کی

---

(۴۴) مسلم، کتاب الفِتَن و أشراط الساعة، باب الخسف بالجیش الذی یؤم البیت، الحدیث : 2882

(۴۵) ابنِ ماجہ میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی، البتہ ''کتاب العِلَل'' میں ابنِ جوزی نے اسے روایت کرنے کے بعد کہا: ''هذا حدیث لایصح''۔ دیکھیے: العلل، کتاب النکاح، 136/2، تحت الحدیث: 1029

(۴۶) (مُرسَل حدیث وہ ہوتی ہے جس میں تابعی صحابی کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

(۴۷) مصنّف عند الرّزاق، کتاب الصّیام، باب المرأة تصلی ولیس فی رقبتها قلادة وتطیب الرّجال، 319/4، الحدیث: 7933، من طریقِ اسحاق بن أبی طلحة عن النّبی ﷺ

غیبت کرتا ہے یا غیر کے مال سے کسی فقیر کو کھانا کھلاتا ہے یا مالِ حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سرائے بناتا ہے اور اس سے نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔

یہ تمام جہالت ہے اور نیت اسے ظلم، دشمنی اور نافرمانی سے خارج کرنے میں مؤثر نہیں ہوتی، بلکہ شرع کے تقاضے کے خلاف شر سے خیر کا ارادہ کرنا دوسرا شر ہے۔ اگر وہ جانتا ہے تو وہ شرع کو بدلنے والا ہے اور اگر نہیں جانتا تو اپنی جہالت کی وجہ سے گنہگار ہے کیونکہ بمطابق حدیث، ''طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔(۴۸)

یعنی، علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

نیکیاں شریعت کے حکم سے نیکیوں کے طور پر پہچانی جاتی ہیں پس یہ کیسے ممکن ہے کہ شر خیر بن جائے؟

اسی لئے ہمارے بعض علما نے فرمایا: جس نے مال حرام سے صدقہ کیا اور ثواب کی نیت کی اس نے کفر کیا اور اگر (صدقہ لینے والے) فقیر کو اس کا علم ہے اور اس نے اس کے لئے دعا کی تو اس نے بھی کفر کیا۔

شہوت اور خواہش کے خطرات

دل کو اس بات کی طرف مائل کرنے والی پوشیدہ شہوت اور باطن کی خواہش ہے۔ کیونکہ جب دل حب جاہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں کے میلان اور حظ نفس کی تمام صورتوں کے ذریعے شیطان جاہل کو دھوکہ دیتا ہے اسی طرح حضرت سیدنا سہل نے فرمایا: جہالت سے بڑھ کر اللہ عزّ وجلّ کی کوئی نافرمانی نہیں کی گئی! ان سے پوچھا گیا: اے

---

(۴۸) سُنَن ابن ماجه، باب فی فضائل أصحاب رسول ﷺ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحديث: 224، من حديثِ أنس رضی الله تعالی عنه

ابو محمد! کیا آپ جہالت سے زیادہ نقصان دہ چیز جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! جب جاہل کے ساتھ جاہل مل جائے۔

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: حقیقت ایسے ہی ہے جیسے حضرت سیدنا سہل نے فرمایا کیونکہ جاہل کے ساتھ جاہل مل جائے تو سیکھنے کا دروازہ مکمل طور پر بند ہو جاتا ہے، پس جو اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے وہ کیسے سیکھ سکتا ہے؟

علم کی تعریف اور جہالت کی مذمّت

اسی طرح افضل علم وہ ہے جس کے ذریعے اللہ عزّ وجلّ کی اطاعت کی جائے اور اصل علم یہ ہے کہ علم کے ساتھ علم مل جائے جیسا کہ اصل جہالت یہ ہے کہ جہالت کے ساتھ جہالت مل جائے۔ کیونکہ جو نقصان دہ علم میں سے نفع بخش علم نہیں جانتا وہ دنیا میں کام آنے والے فضول علوم میں سے ان علوم میں مشغول ہو جاتا ہے جن پر لوگ مائل ہوتے ہیں۔ اور یہ جہالت کا مادہ اور عالم کے فساد کی جڑ ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جس نے جہالت کی بنا پر گناہ سے نیکی کا ارادہ کیا وہ معذور نہیں سوائے اس کے کہ وہ نومسلم ہو اور ابھی تک اسے علم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۴۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔“

پس جاہل کو اپنی جہالت پر خاموش رہنا جائز نہیں اور نہ ہی عالم کے لئے اپنے علم

---

(۴۹) النحل: 43

پرسکوت جائز ہے۔

علمائے سُوء (بُرے علماء)

مالِ حرام سے مساجد اور مدارس بنا کر بادشاہوں کا قرب حاصل کرنے کے قریب قریب یہ برائی بھی ہے کہ علمائے سُوء کا بے وقوف، فسق و فجور میں مشغول اور برے لوگوں کو علم سکھا کر تقرب حاصل کرنا جو علما سے بحث و مباحثہ کرنے اور بے وقوفوں سے مناظرہ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے، دنیا کا سامان اکٹھا کرتے اور بادشاہوں، یتیموں اور مسکینوں کا مال لیتے ہیں۔ پس جب یہ لوگ علم حاصل کریں تو یہ اللہ کی راہ کے ڈاکو ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے شہر میں دجال کا نائب بن کر نکلتا، دنیا کا بے انتہا حریص بنتا اور خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ ایسا شخص تقویٰ سے دوری اختیار کرتا ہے تو لوگ اس کو دیکھ کر دنیا کی محبت پر جری ہو جاتے ہیں پھر بعض اوقات یہ علم اس کی مثل لوگوں کی طرف پھیل جاتا ہے اور وہ اسے برائی اور گناہوں کا آلہ اور ذریعہ بنا لیتے ہیں اور یہ سلسلہ عام ہو جاتا ہے۔ اور اس تمام برائی کا وبال اس معلم کی طرف لوٹتا ہے جس نے اس کی فاسد نیت اور ارادے کو جاننے کے باوجود اسے علم سکھایا اور اس کے اقوال وافعال، کھانے، پینے، لباس، رہائش اور کمانے میں مختلف قسم کے گناہ اس عالم کے مشاہدے میں ہیں پس یہ عالم مر جاتا ہے لیکن اس کے شر کے آثار دنیا میں ہزار (یا دو ہزار) سال تک پھیلے ہوئے باقی رہتے ہیں۔ اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کی موت کے ساتھ اس کے گناہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

پھر اس عالم کی جہالت پر تعجب ہے کہ وہ یہ حدیث پاک، ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' سنا کر کہتا ہے کہ میں نے تو اس سے علم دین پھیلانے کا ارادہ کیا پس اگر اس نے

اسے فساد میں استعمال کیا تو نافرمانی اس کی طرف سے ہے نہ کہ میری طرف سے اور میں نے تو ارادہ کیا کہ وہ نیکی پر مدد حاصل کرے۔

ریاست کی محبت، پیروکاروں کی طلب اور علم کی بلندی پر فخر اس کے دل میں یہ چیز عمدہ کر کے پیش کرتی ہے اور شیطان ریاست کے واسطے سے اسے فریب دیتا ہے۔

کاش! میں اس بات کا جواب جان لیتا کہ جو شخص کسی رہزن کو تلوار ہبہ کرتا اور اس کے لئے گھوڑا اور دیگر اسباب تیار کرتا ہے جن کے ذریعے وہ اپنے مقصود پر مدد حاصل کرے اور کہتا ہے: میں نے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے، سخاوت کرنے اور اللہ عزوجل کے اخلاق سے متصف ہونے کا قصد کیا اور میرا تو ارادہ تھا کہ وہ اس تلوار اور گھوڑے سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے گھوڑے، اس کا ساز و سامان اور طاقت حاصل کرنا افضل عبادات میں سے ہے۔ پس اگر اس نے ان اشیاء کو رہزنی میں استعمال کیا تو وہ خود ہی گنہگار ہے۔ جبکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا یہ خرچ کرنا حرام ہے حالانکہ سخاوت اللہ عزّ وجلّ کے نزدیک بہترین عادت ہے۔

کاش میں جان لیتا کہ یہ سخاوت کیوں حرام ہے اور اس پر کیوں واجب ہے کہ اس ظالم کے حال کو دیکھے اور جب اس پر اس کی عادت واضح ہو جائے کہ وہ اسلحے سے برائی پر مدد حاصل کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس سے اسلحہ ضبط کرنے کی کوشش کرے نہ کہ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دے۔

اور علم بھی اسلحہ ہے جس کے ذریعے عالم شیطان اور اللہ عزّ وجلّ کے دشمنوں سے جنگ کرتا ہے اور علم کے ساتھ جو چیز اللہ عزّ وجلّ کے دشمنوں کی مدد کرتی ہے وہ خواہش ہے۔ پس جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر اور اپنی خواہش کو اپنی آخرت پر ترجیح دیتا ہے وہ فضل

خداوندی کی کمی کے سبب شیطان اور اللہ عزّ وجلّ کے دشمنوں سے جہاد کرنے سے عاجز ہے۔ پس ایسے علم کے ساتھ اس کی مدد کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے جس علم کے ساتھ اپنی خواہشات تک اس کی رسائی ممکن ہو جاتی ہے؟

علماء سلف کا طلبائے دین کے احوال کو جانچنا

بلکہ علمائے سلف رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے پاس آنے والے طلبا کے احوال کی پڑتال کرتے تھے، پس اگر ان کے اندر نوافل میں سے کسی نفل میں کوتاہی دیکھتے تو انہیں ناپسند کرتے اور ان کی عزت چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی گناہ یا حرام کو حلال جاننا دیکھتے تو انہیں بالکل چھوڑ دیتے اور اپنی محافل سے دور کر دیتے اور ان سے کلام تک ترک کر دیتے چہ جائیکہ انہیں تعلیم دیں۔ اور تمام اسلاف نے فاجر عالم سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کی لیکن فاجر جاہل سے پناہ طلب نہیں کی۔

امام احمد بن حنبل کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ وہ کئی سال امام احمد علیہ رحمۃ الصمد کے پاس جاتے رہے پھر آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور انہیں چھوڑ دیا اور بات چیت کرنا بھی چھوڑ دی۔ وہ ہمیشہ اس روگردانی کی وجہ پوچھتے رہے مگر آپ نہ بتاتے یہاں تک کہ ایک دفعہ بتایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے گزرگاہ کی طرف اپنے گھر کی دیوار کی لپائی کی اور مٹی نے راستے میں سے دیوار کی موٹائی کے برابر جگہ لے لی اور یہ مسلمانوں کے راستے سے انگلی کے پَورے برابر تھی پس تم علم سکھانے کے قابل نہیں رہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: پس اس طرح علمائے سلف طلبائے علم کے احوال جانچتے تھے۔ یہ اور اس جیسی باتیں بے وقوف اور شیطان کے پیروکاروں کو دھوکا دیتی ہیں اگرچہ وہ لمبی چادروں، لمبے چوڑے جبوں اور لمبی

لمبی زبانوں اور بہت زیادہ فضل والے ہوتے ہیں فضل سے مراد وہ علوم ہیں جو دنیا سے ڈرانے، آخرت کی طرف مائل کرنے اور اس کی طرف بلانے پر مشتمل نہیں ہوتے بلکہ یہ وہ علوم ہیں جن کا مخلوق سے تعلق ہوتا ہے اور جن کے ذریعے دنیاوی مال و دولت جمع کی جاتی، لوگوں کو اپنا پیروکار بنایا جاتا اور ہم عصروں پر سبقت لی جاتی ہے۔

فرمانِ مصطفٰی ''الاعمال بالنیّات'' کا مفہوم

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان ''اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' کا معنٰی اعمال کی تین اقسام میں سے طاعات اور مباحات کے ساتھ خاص ہے گناہوں کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ اطاعت ارادے کے ساتھ معصیت بنتی اور ارادے کے ساتھ ہی اطاعت بن جاتی ہے اور مباح بھی ارادے کے ساتھ معصیت اور اطاعت بن جاتا ہے لیکن معصیت محض ارادے سے اطاعت بالکل نہیں بنتی، البتہ اس میں نیت کا دخل ہے اور وہ یہ کہ جب معصیت کے ساتھ بری نیت کا ارادہ ملا ہو تو اس کا گناہ دگنا ہو جاتا اور وبال بڑھ جاتا ہے جبکہ طاعات کا صحیح ہونا اور ان کی فضیلت کا دگنا ہونا نیت کے ساتھ مربوط ہے۔

نیت میں اصل یہ ہے کہ بندہ عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کی نیت کرے نہ کہ غیر کی، اگر دکھاوے کی نیت کی تو معصیت بن جائے گی۔

اور بکثرت اچھی نیتوں کے ساتھ فضیلت دگنی ہو جاتی ہے، کیونکہ ایک اطاعت سے کثیر نیکیوں کی نیت کرنا ممکن ہے۔ پس اس کے لئے ہر نیت کے ساتھ ثواب ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک حسنہ ہے پھر ہر حسنہ اس کی مثل دس حسنات کے برابر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ان وجوہات میں سے ایک وجہ ہے جو نیت کو عمل پر ترجیح دیتی ہیں۔

کثیر نیتوں کا احتمال رکھنے والی اطاعت کی مثال

اس کی مثال یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنا نیکی ہے اور اس میں کثیر نیتیں کرنا ممکن ہے۔

﴿1﴾......پہلی یہ کہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس میں داخل ہونے والا اللہ کی زیارت کرنے والا ہے پس اس طرح وہ اپنے مولیٰ کی زیارت کا قصد کرے اس ثواب کی امید رکھتے ہوئے، جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: جو شخص مسجد میں بیٹھا پس اس نے اللہ عزّ وجلّ کی زیارت کی اور جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہے کہ اپنے زائر کا اکرام کرے۔"(۵۰)

﴿2﴾......دوسری یہ کہ وہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی نیت کرے تو یوں وہ اپنے تمام انتظار میں نماز میں شمار ہوگا اور فرمان باری تعالیٰ "﴿وَرَابِطُوْا﴾"(۵۱) کا یہی معنٰی ہے۔

﴿3﴾......تیسری یہ کہ وہ اپنے کانوں، آنکھوں اور دیگر اعضاء کو حرکات اور آگے پیچھے کرنے سے روک کر رہبانیت اختیار کرے؛ کیونکہ اعتکاف کا مطلب روکنا ہے اور صوم کا بھی یہی معنٰی ہے اور یہ رہبانیت کی ایک قسم ہے اسی لئے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "میری امت کی رہبانیت مساجد میں بیٹھنا ہے۔"

اس روایت کا امام غزالی نے ذکر فرمایا لیکن عراقی نے فرمایا: مجھے اس کی اصل نہیں

---

(۵۰) اس حدیثِ پاک کو امام بیہقی شعب الإيمان، 378/4، الحديث: 2682 وغیرہ المعجم الكبير للطبرانی، 253/6، الحديث: 6139، من حديثِ سلمان رضی الله تعالى عنه نے روایت کیا ہے۔

(۵۱) آل عمران: ۲۰۰

ملی۔(۵۲)

﴿4﴾...... چوتھی یہ کہ اللہ عزّ وجلّ کی طرف ارادے کو متوجہ کرنا، فکرِ آخرت کے لئے تنہائی کو لازم پکڑنا اور مسجد سے الگ رہ کر جن مصروفیات میں مشغول ہوتا تھا، ان کو ترک کرنا۔

﴿5﴾...... پانچویں یہ کہ اللہ کا ذکر کرنے یا سننے کے لئے علیحدگی اختیار کرنا اور اس کی یاد دلانا۔

﴿6﴾......چھٹی یہ کہ وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر کے علم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ کرے؛ کیونکہ مسجد ایسے بندے سے خالی نہیں ہوتی جو اپنی نماز میں بھول یا ناجائز کام کا ارتکاب نہ کرے۔

﴿7﴾......ساتویں یہ کہ وہ اللہ عزّ وجلّ کے لئے بھائی چارہ قائم کرے کیونکہ یہ غنیمت اور آخرت کے گھر کا ذخیرہ ہے اور مسجد رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والے دین دار لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

﴿8﴾......آٹھویں یہ کہ وہ اللہ عزّ وجلّ سے حیا کرتے ہوئے اور اس بات سے ڈرتے ہوئے گناہ چھوڑ دے گا کہ وہ اللہ کے گھر میں ایسے فعل کا ارتکاب کرے جس سے اس کی حرمت مجروح ہو۔

پس یوں بہت ساری نیتیں ہوسکتی ہے اسی پر تمام طاعات ومباحات کو قیاس کرلو؛ کیونکہ ہر نیکی کثیر نیتوں کا احتمال رکھتی ہے اور ہر نیکی بھلائی کی طلب میں جد و جہد اور غور وفکر کے مطابق بندے کے دل میں آتی ہیں پس اسی سے اعمال میں پاکیزگی آتی ہے اور نیکیاں دوگنا ہو جاتی ہیں۔

---

(۵۲)تخريج أحاديث الإحياء، كتاب الصبر و الشكر، 1740/1

نیت حسنہ کے ملنے سے مباحات قربات میں سے ہو جاتے ہیں

مباح اُمور میں سے کوئی عمل ایسا نہیں جو ایسی نیت یا نیتوں کا احتمال نہ رکھتا ہو جن کے ذریعے وہ نیکیوں میں شمار ہو سکتا ہے اور اس کے ذریعے بندہ بلند درجات پا سکتا ہے۔ پس اس شخص کا نقصان کتنا بڑا ہے جو ان فوائد سے غافل ہے اور مباح اُمور کو خواہشات نفسانی اور غفلت سے فضول جانوروں کی طرح سرانجام دیتا ہے۔ لہٰذا بندے کو ان خطروں، راستوں اور لمحوں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے پس قیامت کے دن بندے سے ان تمام چیزوں کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اس نے یہ کام کیوں کیا اور اس کام سے اس کا کیا ارادہ تھا؟

یہ معاملہ تو محض مباح عمل کا ہے جس میں کراہت کا شائبہ نہ ہو۔ اسی لئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس کے حلال میں حساب اور حرام میں عذاب ہے۔" (۵۳)

مباح عمل کے نیت حسنہ کے ملنے سے قربات میں سے ہو جانے کی مثال

مثال کے طور پر جس نے جمعہ کے دن اور تمام اوقات میں خوشبو لگائی اس کا مقصد لذات دنیا سے لطف اندوز ہونا ہے یا کثرت مال کے ذریعے فخر کا اظہار کرنا؛ تاکہ ہم عصر اس سے حسد کریں یا لوگوں کو دکھانے کا ارادہ کرنا؛ تاکہ ان کے دلوں میں اس کی جاہ ومنزلت قائم ہو جائے اور اس کی اچھی خوشبو کا ذکر کیا جائے یا خوشبو کے ذریعے اجنبی عورتوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جبکہ خوشبو لگا کر ان کی طرف دیکھنا جائز سمجھتا ہو اور اس کے

(۵۳) کتاب الزّھد، صفحۃ: 29

علاوہ بے شمار ناجائز نیتیں ہوسکتی ہیں۔ مذکورہ تمام امور خوشبو لگانے کو گناہ بنا دیں گے اسی لئے قیامت کے دن یہ خوشبو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی البتہ پہلی صورت یعنی دنیا کی نعمت سے لذت اور لطف اندوز ہونے کا ارادہ جائز ہے کیونکہ یہ گناہ نہیں مگر اس کے متعلق بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ روایت میں ہے: ''جس سے حساب میں پوچھ گچھ کی گئی وہ عذاب میں مبتلا ہوجائیگا۔''

اور جس نے دنیا کی مباح چیز استعمال کی اسے آخرت میں اس پر عذاب نہیں دیا جائے گا لیکن آخرت کی نعمتوں میں سے اس قدر کم کردی جائے گی؛ اسی لئے فرمانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

''جس نے اپنی آخرت کو پسند کیا اس کی اپنی دنیا کا نقصان کیا اور جس نے اپنی دنیا کو پسند کیا اس نے اپنی آخرت کا نقصان کیا پس باقی رہنے والی کو فانی پر ترجیح دو۔'' (۵۴)

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

''دنیا میں تم میں سے زیادہ بھوکے آخرت میں تم میں سے زیادہ سیر ہوں گے۔ (۵۵)

اور بہت سے دنیا میں لباس پہننے والے آخرت میں بے لباس ہوں گے۔'' (۵۶)

اور یہی نقصان کافی ہے کہ بندہ فانی فائدے کے حصول میں جلدی کرے اور نہ ختم

---

(۵۴) مسند الإمام أحمد بن حنبل، 312/4، من حديث أبي موسى الأشعري

(۵۵) یہ حدیث مجھے ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی، البتہ امام ترمذی وابن ماجہ نے اسے جن الفاظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے، وہ یہ ہیں: ''أكثرهم شبعاً في الدّنيا و أطولهم جوعاً يوم القيامة''

(۵۶) صحيح البخاري، كتاب العلم، باب العلم والعظة بالليل، الحديث: 115

ہونے والی زیادہ نعمتوں میں خسارہ اٹھائے۔

خوشبو لگانے میں اچھی نیتیں یہ ہو سکتی ہیں کہ وہ جمعہ کے دن خوشبو لگانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی نیت کرے اور مسجد کی تعظیم اور اللہ کے گھر کے احترام کی نیت کرے پس وہ اللہ کی زیارت کے لئے اچھی خوشبو لگا کر داخل ہونا مناسب سمجھے گا اور خوشبو لگا کر اپنی صحبت میں بیٹھنے والوں کو خوشبو پہنچانے کا قصد کرے تا کہ وہ اس کے قرب میں اس کی خوشبو سے مسجد میں راحت حاصل کریں۔ اور اپنی ذات سے اس ناپسندیدہ بدبو کو دور کرنے کا ارادہ کرے جو اس کے ساتھ خلط ملط ہونے والوں کو ایذا پہنچاتی ہے اور ناپسندیدہ بدبو کے سبب غیبت کرنے والوں کی غیبت کو دور کرے کیونکہ حدیث پاک میں ہے، ''تہمت کی جگہوں سے بچو۔'' (۵۷)

پس غیبت کرنے والے اس کے سبب اللہ کی نافرمانی کریں گے۔ لہٰذا جو شخص غیبت سے بچنے پر قدرت کے باوجود غیبت کا سبب بنا وہ اس نافرمانی میں غیبت کرنے والے کا شریک ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ﴾ (۵۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔''

اللہ عزّ وجلّ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ برائی کا سبب بننا بھی برائی ہے۔

---

(۵۷) اس روایت کا امام غزالی نے ذکر فرمایا لیکن عراقی نے فرمایا: ''مجھے اس کی اصل نہیں ملی۔'' دیکھئے: تخریج أحاديث الإحياء، كتاب الصبر و الشكر، 914/1

(۵۸) الأنعام: 108

اور خوشبو لگا کر اپنے دماغ کے علاج کی بھی نیت کر سکتا ہے تا کہ اس کے ذریعے اس کی ذہانت وفطانت میں اضافہ ہو اور دینی مسائل میں غور وفکر کرنے میں اس پر اہم مسائل کا سمجھنا آسان ہو جائے پس امام محمد بن ادریس شافعی نے فرمایا: ''جس کی خوشبو اچھی ہو اس کی عقل زیادہ ہوتی ہے۔''

یہ اور اس جیسی نیتوں سے ایک فقیہ عاجز نہیں ہو سکتا بشرطیکہ اس کے دل پر آخرت کی تجارت اور بھلائی کی طلب غالب ہو۔ اور اگر اس کے دل پر صرف دنیا کی نعمتیں غالب ہوں تو یہ نیتیں اس کے ذہن میں نہیں آ سکتیں اگر اس کے سامنے ان کا ذکر کیا جائے تو پھر بھی اس کے لئے اس کا دل تیار نہ ہو گا پس یہ نیتیں حدیث نفس کے طور پر ہی اس کے ساتھ ہوں گی اور ان میں نیت میں سے کوئی شے نہیں ہے۔

اور مباحات کثیر ہیں ان میں نیتوں کو شمار کرنا ممکن نہیں پس اس ایک مباح پر دوسروں کو قیاس کر لو۔

اسی لئے اسلاف میں سے بعض اہلِ معرفت نے فرمایا: بے شک میں ہر کام میں حتی کہ کھانے، پینے، سونے اور بیت الخلا میں داخل ہونے میں بھی نیت کرنا پسند کرتا ہوں اور ان تمام کاموں میں اللہ کی رضا کی نیت کرنا ممکن ہے کیونکہ ہر وہ چیز جو بدن کے باقی رکھنے اور بدن کے اہم امور سے دل کو فارغ کرنے کا سبب ہو وہ دین پر مددگار ہے۔ پس جس شخص کا کھانے سے عبادت پر قوت حاصل کرنے کا ارادہ ہو اور جماع سے دین کو پاکیزہ کرنے اور اپنی اہلیہ کے دل کو پاک کرنے کا ارادہ ہو اور اس سے ایسی اولاد کا ارادہ کرے جو اللہ عزّ وجلّ کی عبادت کرے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت کا ارادہ ہو وہ کھانے اور نکاح کرنے سے اطاعت کرنے والا ہو گا اور نفس کی سب سے بڑی لذات کھانا

اور جماع کرنا ہے اوراس شخص کے لئے ان دونوں اُمور سے اچھی نیت کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں جس کے دل پر آخرت کی فکر غالب ہواور صحیح حدیث میں وارد ہے: ''اور جس نے اللہ عزّ وجلّ کے لئے عطا کیا اور اللہ عزّ وجلّ کے لئے منع کیا اور اللہ عزّ وجلّ کے لئے پسند کیا اور اللہ عزّ وجلّ کے لئے ناپسند کیا بے شک اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔''(۵۹)

نیت کا اختیار کے تحت داخل نہ ہونے کا بیان

امام محمد بن محمد غزالی فرماتے ہیں: جان لیجئے کہ نیت اختیار کے تحت داخل نہیں اور جاہل شخص اچھی نیت اور کثیر نیتوں کے متعلق وصیت پر مشتمل ہمارا ذکر کردہ کلام سنتا ہے اور ساتھ ہی حضور کا یہ فرمان بھی سنتا ہے کہ ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔'' تو پڑھاتے، تجارت کرتے یا کھانا کھاتے ہوئے کہتا ہے؛ میں نے رضائے الٰہی کے لئے پڑھانے یا تجارت کرنے یا کھانا کھانے کی نیت کی اور اسے نیت گمان کرتا ہے۔ اس پر افسوس! یہ تو حدیث نفس یا زبان کی بات یا فکر یا ایک خاطر سے دوسرے خاطر کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اور نیت ان تمام سے جدا چیز ہے۔

اور نفس کے تیار ہونے، متوجہ ہونے اور نفس کے لئے جو چیز ظاہر ہو کہ اس میں اس کی جلد یا بدیر غرض موجود ہے اس کی طرف نفس کے میلان کو نیت کہتے ہیں۔

اور جب میلان کے ساتھ جدوجہد اور شے کا حصول نہ ہو تو وہ محض ارادہ ہوگا جو کہ غیرِ مفید ہے۔ اور یہ اسی طرح ہوگا جیسے پیٹ بھرا ہوا شخص کہے کہ میں نے کھانے کی خواہش اور اس کی طرف میلان کی نیت کی۔ اور عشق سے خالی دل والا شخص کہے کہ میں نے نیت کی

(۵۹)سُنَن أبی داؤد، کتاب السنّة، باب الدليل علی زيادة الإيمان ونقصانه، 220/4، الحديث: 4681

کہ فلاں سے عشق کروں اور اسے پسند کروں اور اپنے دل میں اسے بڑا جانوں تو یہ محال ہے۔اسی لئے اسلاف کی ایک جماعت کی نیت مستحضر نہ ہوتی تو طاعات کے بجالانے سے رک جاتے اور فرماتے: اس عمل میں ہماری نیت حاضر نہ تھی۔ یہاں تک کہ امام ابن سیرین نے امام حسن بصری کی نماز جنازہ ادا نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: میری نیت حاضر نہ تھی۔

جب حضرت حماد بن ابی سلیمان جو کہ علمائے کوفہ میں سے تھے، کا وصال ہوا تو حضرت سفیان ثوری سے پوچھا گیا: آپ نے ان کے جنازہ میں شرکت کیوں نہ فرمائی؟ فرمایا: اگر میری نیت حاضر ہوتی تو ضرور شرکت کرتا۔(٦٠)

نیّت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

جان لیجئے! نیت کی اصل "نِوْیَۃٌ" ہے، نَوٰی فعل سے ہے جب کوئی شخص ارادہ کرے۔ پس واؤ کے ساکن ہونے اور اس کے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یا سے بدل کر یا کو یا میں اِدغام کردیا گیا پس لفظ "نِیَّـــت" بالتشدید ہے اور کبھی تخفیف کے ساتھ "نِیَّت" بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: نیت یا تو مصدر ہے یا "نَـوَیْـتُ" کا اسم ہے اور نیت کا مطلب ہے دل کا عمل کی طرف متوجہ ہونا۔(٦١)

امام بیضاوی فرماتے ہیں: نیت دل کے تیار ہونے کا نام ہے اس کام کے لئے جس کو بندہ فی الفور یا انجام کار کے طور پر نفع کے حصول یا بھلائی کے دور کرنے کی کسی غرض

---

(٦٠)إحيـاء علوم الدّين للغزالي، ربع المنجيات، كتاب النيّة، الباب الأول، بيان أن النية غير داخلة تحت الاختيار، 374/4

(٦١)المفردات في غريب القرآن، 830/1، مادة:نأى

کے موافق خیال کرے۔

اور شریعت مطہرہ نے اسے رضائے الٰہی چاہتے ہوئے فعل کی طرف متوجہ ہوکر ارادہ کرنے کے ساتھ خاص فرمایا۔(۶۲)

میں کہتا ہوں کہ نیت اس اخلاص کی اصل ہے جس پر نجات کا دارومدار ہے اور نیت خواص کے قلوب کا نتیجہ ہے۔

پس نیت کسی چیز کی پہچان سے صادر ہونے والے اعمال کا باعث بننے والے ارادے کا نام ہے جیسے کھانے کی خواہش جو کھانے کے موجود ہونے اور اس کی بھوک کو دور کرنے کی پہچان سے حاصل ہے اور یہی پہچان کھانے کی طرف اس کے ہاتھ بڑھانے کی باعث ہے۔کیونکہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانا، کھانے کی موجودگی اور اس کی بھوک کو دور کرنے کی پہچان کے بعد ہوتا ہے۔پس نیت اختیار کے تحت داخل نہیں، لہٰذا جس نے غلبۂ شہوت کے سبب وطی کی اسے یہ بات کیسے فائدہ دے سکتی ہے کہ میں نے اس عمل سے سنت قائم کرنے یا امت کے اضافے کی نیت کی ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی فرماتے ہیں: جان لیجئے کہ نیت دل کے تیار ہونے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل کی کشادگی کی طرح ہے پس یہ بعض اوقات آسان ہوتا ہے اور بعض اوقات مشکل ہوتا ہے۔ہاں! جس کے دل پر دین کا معاملہ غالب ہوا کثر اوقات اس پر نیک کاموں کے لئے نیت کو حاضر کرنا آسان ہوجاتا ہے کیونکہ اس کا دل کلی طور پر بھلائی کی طرف مائل ہوتا ہے پس وہ اکثر فضائل کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔اور جس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو اور اس پر دنیا غالب ہو اس کے لئے یہ آسان نہیں بلکہ اس کے

(۶۲)تحفة الأبرار شرح مصابيح السنّة للبيضاوى، تحت قوله: ما كان من ضعيف أو غريب......إلخ، 20_19/1

لئے فرائض میں بھی کافی کوشش کے بعد آسانی ہوتی ہے۔

طاعات میں لوگوں کی نیتیں

اس کا مقصد یہ ہے کہ بندہ جہنم کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اس کے عذاب سے ڈرائے اور جنت کی نعمتوں کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اس میں راغب کرے پس کبھی کبھار کمزور سا داعی دل کو تیار کر دیتا ہے پس اس کا ثواب اس کی رغبت اور نیت کے حساب سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اطاعت اور عبودیت کے مستحق ہونے کی وجہ سے اس کے اجلال کی نیت پر اطاعت کرنا دنیا میں رغبت رکھنے والے شخص کے لئے آسان نہیں۔اور یہ سب سے محبوب اور اعلیٰ نیت ہے۔اور تمام روئے زمین پر اس کو سمجھنے والے کم یاب ہیں چہ جائے کہ اس کے عادی موجود ہوں۔ طاعات میں لوگوں کی نیتوں کی کئی اقسام ہیں: کیونکہ ان میں سے بعض لوگ خوف کی وجہ سے عمل کرتے ہیں پس وہ جہنم سے ڈرتے ہیں اور بعض امید کے باعث عمل کرتے ہیں اور وہ جنت میں رغبت ہے۔

اور یہ اگر نزول کے طور پر اللہ کی اطاعت، اس کی ذات اور اس کے جلال کی تعظیم کی نیت کی طرف منسوب کرے اس کے سوا کوئی نیت نہ ہوتو یہ صحیح نیتوں میں سے ہے کیونکہ یہ آخرت میں لوٹنے کی طرف میلان ہے اگر چہ یہ دنیا میں رغبت رکھنے والی چیزوں میں سے ہے۔اور سب سے بڑی باعث شرم گاہ اور پیٹ کی خواہش ہے اور ان دونوں کی خواہش پورا کرنے کی جگہ جنت ہے۔پس جنت کے لئے عمل کرنے والا برے اجیر کی طرح اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے لئے عمل کرنے والا ہے اور اس کا درجہ ناسمجھ کا درجہ ہے اور وہ اپنے عمل سے یہ

درجہ پالیتا ہے کیونکہ (روایت میں ہے کہ) ''اکثر اہل جنت سادہ مزاج ہیں۔'' (٦٣)

عقل مند لوگوں کی عبادت اللہ کے جمال وجلال کی محبت میں اس کے ذکر اور اس کی ذات میں فکر سے تجاوز نہیں کرتی اور تمام اعمال مؤکدہ اور ان کے تابع ہوتے ہیں۔ پس یہ لوگ جنت میں کھانے اور نکاح کی طرف متوجہ ہونے والے لوگوں سے اعلیٰ درجہ والے ہیں کیونکہ یہ ان چیزوں کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح وشام اپنے ربّ کو پکارتے ہیں، صرف اسی کی رضا چاہتے ہیں۔ اور لوگوں کا ثواب ان کی نیتوں کے مطابق ہوتا ہے پس بلاشبہ جو اللہ عزّ وجلّ کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے وہ حورِعین کے دیدار سے لذت حاصل کرنے والے سے مذاق کریں گے جیسا کہ حورعین کے دیدار سے لطف اندوز ہونے والا مٹی کی بنی ہوئی صورتوں کو دیکھ کر لذت حاصل کرنے والے سے مذاق کرتا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ۔ کیونکہ حورعین کے جمال اور مٹی کی بنی ہوئی صورتوں کے جمال کے مابین فرق کی نسبت رب کی بارگاہ کے جمال اور حورعین کے جمال کے مابین بہت زیادہ فرق ہے۔ بلکہ چوپایہ صفت نُفوس کا شہوت کی تکمیل کے لیئے خوبصورت چہروں والی حوروں کو بڑا سمجھنا اور جمالِ وجہ الٰہی سے اعراض کرنا ایسے ہی ہے جیسے گوبر کا کیڑا اپنے جوڑے کو بڑا سمجھتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور عورتوں کے جمال کی طرف دیکھنے سے اعراض کرتا ہے، تو اکثر دلوں کا اللہ عزّ وجلّ کے جمال اور جلال کو دیکھنے سے اندھا ہونا ایسا ہی ہے جیسے گوبر کا کیڑا عورتوں کا جمال دیکھنے سے اندھا ہے، اسے اس بات کی بالکل خبر نہیں اور نہ ہی اس کی طرف التفات ہے۔ اگر اسے عقل ہوتی اور اس کے سامنے عورتوں کے جمال کو بیان

---

(٦٣) كشف الأستار عن زوائد البزار، كتاب الأدب، باب سلامة الصدر من الحقد، 2/411، 1983

کیا جاتا تو وہ ضرور ان لوگوں کی عقل کو داد دیتا جو ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

چنانچہ اللہ عزّ وجلّ نے سچ فرمایا:

''﴿وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ ؕ﴾ (٦٤)

ترجمۂ کنز الایمان: ''اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا''

﴿کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ﴾ (٦٥)

ترجمۂ کنز الایمان: ''ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے''

﴿وَلِذٰلِکَ خَلَقَھُمْ ؕ﴾ (٦٦)

ترجمۂ کنز الایمان: ''اور لوگ اسی لئے بنائے ہیں۔''

حکایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت سیدنا احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ (٦٧) نے خواب میں اپنے رب کا دیدار کیا تو رب نے فرمایا: ابو یزید کے علاوہ تمام لوگ مجھ سے جنت طلب کرتے ہیں جبکہ وہ مجھے طلب کرتا ہے۔ اور حضرت سیدنا ابو یزید نے خواب میں اپنے رب کا دیدار کیا تو عرض کی: اے میرے رب! تیری بارگاہ میں پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا: اپنے نفس کو چھوڑ دے اور میری طرف متوجہ ہو جا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیدنا ابو یزید سے پوچھا گیا: اے ابو یزید! آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو آپ نے

(٦٤) ھود: 118

(٦٥) المؤمنون: 53

(٦٦) ھود: 119

(٦٧) اسمِ گرامی: احمد، کنیت: ابو حامد، سلسلۂ نسب: احمد بن خضرویہ بلخی، آپ خراسان کے مشہور شہر ''بلخ'' سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے بلخی کہلاتے اور خراسان کے کبار مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ابتداء میں ابو تراب نخشبی اور حاتم اصم رحمھما اللہ تعالی کی بارگاہ سے فیض حاصل کیا اور پھر ابو یزید بسطامی کی صحبت اختیار کی۔ آپ علیہ الرّحمۃ نے 240ھ کو بلخ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (طبقات الصوفیۃ، 95/1)

فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں۔

حضرت سیدنا شیخ شبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو وصال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِکَ یعنی اللہ عزّ وجلّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے ایک قول کے علاوہ کسی دعویٰ پر دلیل نہیں طلب کی گئی کہ میں نے ایک دن کہا تھا کہ جنت (سے محرومی) کے خسارے سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میری ملاقات (سے محرومی) کے خسارے سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں۔ (۶۸)

فساد نیت کی آفتیں

جان لیجئے کہ ابتداء میں نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مرید، معرفت کے انتہائی مقام تک نہیں پہنچ سکتا پس اصول مفقود ہونے کے سبب وصول نہیں ہوسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ (۶۹) اپنے شیخ کی بارگاہ میں پہنچے اور خلوَت میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو (اپنے متعلق) دل میں خیال آیا کہ وہ ظاہری علوم کے عالم ہیں اور جب ان پر باطنی معارف کھل جائیں گے تو وہ فرید الدہر اور وحید العصر ہو جائیں گے۔ شیخ پر آپ کی نیت اور ارادے کی عدم صحت منکشف ہو گئی پس انہوں نے فرمایا: بلند ہمت کے ساتھ نیت درست رکھو۔ اب ان کے دل میں کھٹکا کہ یہ

---

(۶۸) إحیاء علوم الدّین للغزالی، ربع المنجیات، کتاب النیّة، الباب الأول، بیان أن النیة غیر داخلة تحت الاختیار، 375/4

(۶۹) آپ علیہ الرّحمۃ کا پورا نام احمد بن عمر بن محمد الخوانی الخیوقی الخوارزمی ہے، آپ کو عبداللہ الحموی بھی کہتے ہیں۔ آپ علیہ الرّحمۃ نجم الدین کبری کی ولادت 540ھ 1145ء میں خیوق میں ہوئی اور ان کی کنیت ابوالجناب تھی۔ شیخ ولی تراش سے مشہور تھے اور لقب نجم الدین الکبری اور طامۃ الکبری اور نجم الکبراء تھی۔ لقب کبری اس وجہ سے کہ آپ علمی مناظرہ میں ہمیشہ غالب آجاتے تھے، وہ عمار یاسر بدلیسی کے شاگرد تھے۔ آپ علیہ الرّحمۃ کی تاریخِ وفات 10 جمادی الاول 618ھ بمطابق 2 جولائی 1221ء آپ تاتاری یلغار میں مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ (الأعلام للزرکلی، 186/1)

خلوت میری قبر ہے پس میں اپنی تمام زندگی اس میں اپنے رب کی عبادت کروں گا، کیونکہ اللہ عزّ وجلّ نے مجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور یہی ہر سعادت کا وسیلہ ہے۔ یہاں تک کہ شیخ نے آپ سے فرمایا: اب اللہ عزّ وجلّ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

نیت کی اس اہمیت کے تناظر میں ہم طلبۂ علم کا مشاہدہ کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے حصولِ علم کے طریقوں میں سرگرداں ہیں پس کبھی وہ فاسد مقاصد کے لئے دنیا و آخرت میں نفع نہ دینے والے علوم سیکھتے ہیں جیسے ظالموں کا قرب، بلند مرتبہ، خوبصورت جملوں سے مجالس میں غلبہ اور اشیائے خورد و نوش طلب کرنا۔ اور کبھی کسب معاش کے مقاصد کے لئے تفسیر و حدیث اور فقہی فروعی مسائل سیکھتے ہیں تاکہ مدرس، واعظ، مفتی یا قاضی بن جائیں۔ مذکورہ دونوں گروہوں کا مقصودِ اعظم رضائے الٰہی اور آخرت کا ارادہ نہیں بلکہ مال و جاہ کی طلب ہے۔

اسی طرح لوگوں کا ایک گروہ حرمین شریفین کے قرب میں رہائش اختیار کرتا ہے اور وہ ثواب آخرت کے حصول کے لئے نہیں بلکہ دولت دنیا کے لئے مقدس مقامات پر عبادات کرتے ہیں اور حال یہ ہوتا ہے کہ ان کا کھانا پینا اور لباس، مالِ حرام کا ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کے لئے ایسے عظمت والے مقام پر اقامت کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے شاندار زمانے میں بھی مکہ مکرمہ کے پڑوس میں اقامت کو مکروہ (۷۰) قرار دیا۔ (۷۱)

---

(۷۰) امامِ اہل سنّت اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت لکھتے ہیں: یہاں مکروہ سے مکروہِ تحریمی مراد ہے (فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، ۱۰/۶۹۱، رضا فاؤنڈیشن)

(۷۱) علامہ ابن نجیم، مصری حنفی متوفّٰی ۹۷۰ھ تحریر فرماتے ہیں: صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ مکرمہ کے پڑوس میں اقامت مکروہ نہیں ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الحج، باب الاحرام، ۲/۳۷۸)

پس اگر وہ ہمارے اس زمانے کو دیکھتے تو اس کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے۔(۷۲)

وظیفہ لینے کی شرائط

سوال: اگر تو یہ کہے کہ طالب علم اور عابد کو زندہ رہنے کے لئے لازمی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا اس کے لئے وظیفہ لینا جائز ہے؟

جواب: تو میں کہوں گا کہ جی ہاں! مگر اس کی دو شرائط ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ اس کا علم و عمل اللہ عزّ وجلّ کے لئے ہو اور وہ اس لئے وظیفہ لے تا کہ اس کے ذریعے اللہ عزّ وجلّ کی اطاعت پر مدد حاصل کرے۔ پس ان دونوں میں فرق ہے جو لینے کے لئے عمل کرتا ہے اور جو اس لئے لیتا ہے تا کہ عمل کر سکے۔ دوسرے کی نشانی یہ ہے کہ اگر اسے دینا چھوڑ دیا جائے تب بھی وہ عمل ترک نہ کرے۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ اس طور پر لے کہ اس کے لئے لینا جائز ہو یا وہ مجبور ہو پس وہ ضرورت کے مطابق لے لے۔

---

(۷۲) مجاورتِ مکہ کے بارے میں مفتی بہ قول عدمِ جواز کا ہے۔ چنانچہ مصنّف علیہ الرّحمۃ نے حج کے موضوع پر لکھی گئی اپنی مایہ ناز تصنیف: ''مسلك المتقسط في المنسك المتوسط'' میں بھی فرمایا:'' لو كانت الائمة في زماننا وتحقق لهم شاننا لصرحوا بالحرمة'' یعنی، اگر یہ ائمہ ہمارے دَور میں ہوتے اور ہمارے احوال سے آگاہ ہوتے تو مجاورت کے حرام ہونے کی تصریح کرتے۔

اور امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرّضوان نے بھی مجاورتِ مکہ کے حوالہ سے ایک تحقیقی رسالہ رقمطراز فرمایا ہے۔ اس رسالے کا نام: ''صيقل الرّين عن أحكام مجاورة الحرمين (حرمین شریف میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ)'' ہے۔ اس میں آپ علیہ الرّحمۃ نے تحث و تمحیص کے بعد فی زمانہ مجاورتِ مکہ کے عدمِ جواز کا فتویٰ صادر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:'' وبالحملة فالحكم عدم جواز الجوار اصلا في زماننا '' یعنی، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہمارے دور میں مجاورتِ مکہ بالکل جائز نہیں ہے۔ (فتاوی رضویہ، کتاب الحج، ۱۰/ ۶۹۸، رضا فاؤنڈیشن)

بعض اکابرین رحمہم اللہ اجمعین فرماتے ہیں: جس نے مردہ بکری پائی وہ مردہ گدھا نہ کھائے اور جس نے مردہ گدھا پایا وہ مردہ کتا نہ کھائے اور جس نے مردہ کتا پایا وہ مردہ خنزیر نہ کھائے۔

علمائے سُوء سے شِکوَہ

اب ہم علمائے زمانہ اور مشائخ زمانہ سے جس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ.......... وہ زبان حال سے کہتے ہیں کہ حلال وہ ہے جسے ہم حلال قرار دیں اور حرام وہ ہے جسے ہم حرام کہیں۔ اگرچہ زبان قال سے انکار کریں۔ اسی لئے عارف کامل مولانا اسماعیل شروانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: جس دن سے مکہ معظّمہ میں حرام وظائف کا حصول شروع ہوا اہل مکہ سے ولایت کا مرتبہ اٹھ گیا اور جہالت اور بطالت غالب آ گئی۔ اور یہ بات معلوم ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صٰلِحًا ﴾ (۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔"

اختتامیہ

مقصد کو ظاہر کرنے والا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تمام مخلوق ہلاک ہے سوائے علماء کے، تمام علماء ہلاک ہیں سوائے عاملین کے اور تمام عاملین ہلاک ہیں سوائے مُخلصین کے اور مخلصین بہت بڑے خطرے میں ہیں۔

پھر جان لیجئے کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ بندہ خاموش رہے اور گھر میں ٹھہرا رہے اور غذا پر قناعت کرے یہاں تک کہ موت آ جائے۔ اللہ عزّ وجلّ ہمیں پاکیزہ رزق عطا فرمائے

(۷۳) المؤمنون: ۵۱

اورحسنِ اَخلاق کی دولت سے نوازے اور ہمیں علم نافع کے حصول اور اخلاص والے عمل صالح کی توفیق مرحمت فرمائے۔حسنِ خاتمہ کی نعمت عطا فرمائے جس کی عوام وخواص کوضرورت ہےاور ہمارے سردار جناب محمد مصطفیٰ،آپ کی آل پاک اورآپ کےتمام صحابۂ کرام پر اللہ عزّ وجلّ کی رحمت ہو۔سب خوبیاں اللہ عزّ وجلّ ہی کے لئے، جوتمام جہانوں کا رب ہے۔

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ وَبِکَ نَسْتَعِیْنُ

❁❁❁❁❁❁❁

فهرس المصادر والمراجع من الرّسالة و التقديم و التخريج و الحواشی

القرآن الكريم، كلام الهی، مكتبة المدينة، كراتشی۔

كنز الايمان فی ترجمة القرآن للمجدّد المائة الماضية إمامِ أهلِ السّنة الامام أحمد رضا خان (ت: ١٣٤٠ھ)، مكتبة المدينة، كراتشی۔

شعب الإيمان للبيهقی، (ت: ٤٥٨ھ)، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، الطبعة :الأولی، ١٤٢٣ هـ ٢٠٠٣م

صحيح البخاری. للإمام محمد بن إسماعيل الجُعفی (ت:٢٥٦ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولٰی ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

صحيح مسلم، للإمام مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری (ت:٢٦١ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولٰی ١٤٢١ھ۔ ٢٠٠١م

اللآلی المنثورة فی الأحاديث المشهورة المعروف بالتذكرة فی الأحاديث المشتهرة لأبی عبد الله بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الزركشی الشافعی (ت:٧٩٤ھ)، الناشر :دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة : الأولی، ١٤٠٦ هـ ١٩٨٦م

تـخريج أحاديث الإحياء لأبـى الـفضل زين الدين عبد الرحيم بن الـحسين بـن عبـد الـرحـمـن بن أبى بكر بن إبراهيم العراقى (ت :: ٨٠٦هـ)، الناشر :دار ابن حزم، بيروت -لبنان،، الطبعة :الأولى، ١٤٢٦ هـ -٢٠٠٥ م

جمهرة الأمثال لأبى هلال الحسن بن عبد الله بن سهل بن سعيد بن يحيى بن مهران العسكرى (ت: ٣٩٥هـ)، الناشر :دار الفكر -بيروت

الـفـردوس بـمأثور الخطاب لشيـرويـه بـن شهـردار بن شيرو يه بن فـنـاخسـرو، أبـى شـجا ع الديلمىّ الهمذانى (ت٥٠٩هـ)، الناشر :دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة :الأولى، ١٤٠٦ هـ -١٩٨٦م

الأسرار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرى لعلى بن (سلطان) محمد، أبى الحسن نور الدين الملا الهروى القارى (ت: :١٠١٤هـ)، الناشر :دار الأمانة / مؤسسة الرسالة -بيروت

قـوت الـقلوب فـى مـعــامـلة الـمـحبـوب لأبـى طــالـب محمدبن المكّى(ت: 336هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت ١٤٢٦هـ۔

الـرسالة القشيرية لـعبـد الـكريـم بن هوازن بن عبد الملك القشيرى (ت: ٤٦٥هـ) تحقيق :الإمـام الدكتور عبد الحليم محمود، الدكتور محمود بن الشريف، الناشر :دار المعارف، القاهرة.

مسند الإمام أحـمـد بن حنبل أبى عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بـن هـلال بـن أسد الشيبانى (ت: :٢٤١هـ)، الـمحقق :شـعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، إشراف :د عبـد الـله بن عبد المحسن التركى، الناشر:

مؤسسة الرسالة، الطبعة :الأولى، ١٤٢١ هـ -٢٠٠١م

سُنَن أبى داؤد، للإمام سليمان بن أشعث السّجستانى (ت٢٧٥ ھ)، تعليق عبيد الدّعاس وعادل السّيد، دارإبن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ-١٩٩٧م-

سُنَن الدّارقطنى لأبى الحسن على بن عمر بن أحمد بن مهدى بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادى الدارقطنى (ت: ٣٨٥هـ)، حقّقه وضبط نصه وعلق عليه :شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبى، عبد اللطيف حرز الله، أحمد برهوم- الناشر :مؤسسة الرسالة، بيروت -لبنان
الطبعة :الأولى، ١٤٢٤ هـ -٢٠٠٤ م

سُنَن أبى داؤد، للإمام سليمان بن أشعث السّجستانى (ت٢٧٥ ھ)، تعليق عبيد الدّعاس وعادل السّيد، دارإبن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ-١٩٩٧م-

سُنَن ابن ماجة، للإمام أبى عبدالله محمد بن يزيد القزوينى (ت٢٧٣/٢٧٥ھ)، دارُالكتب العلميّة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٩ھ-١٩٩٨م

العلل المتناهية فى الأحاديث الواهية لجمال الدين أبى الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد الجوزى (ت: :٥٩٧هـ)، المحقق :إرشاد الحق الأثرى، الناشر :إدارة العلوم الأثرية، فيصل آباد، باكستان، الطبعة :الثانية، ١٤٠١هـ ١٩٨١م

المصنَّف لأبى بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميرى اليمانى

الصنعانى (ت: ٢١١هـ)، المحقّق :حبيب الرحمن الأعظمى، الناشر: المكتب الإسلامى -بيروت، الطبعة :الثانية، ١٤٠٣هـ

المعجم الكبير لسليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمى الشامى، أبى القاسم الطبرانى (ت: :٣٦٠هـ)م، المحقق :حمدى بن عبد المجيد السلفى، دار النشر :مكتبة ابن تيمية -القاهرة، الطبعة :الثانية

الزهد لابن أبى الدنيا لأبى بكر عبد الله بن محمد بن عبيد بن سفيان بن قيس البغدادى الأموى القرشى المعروف بابن أبى الدنيا (ت: 281هـ)،الناشر :دار ابن كثير، دمشق،الطبعة :الأولى، ١٤٢٠ هـ -١٩٩٩ م

إحياء علوم الدين لأبى حامد محمد بن محمد الغزالى الطوسى (ت: :٥٠٥هـ)، الناشر :دار المعرفة -بيروت

المفردات فى غريب القرآن أبى القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانى (ت: :٥٠٢هـ)، المحقق :صفوان عدنان الداودى، الناشر :دار القلم، الدار الشامية -دمشق بيروت، الطبعة :الأولى ١٤١٢ هـ

كشف الأستار عن زوائد البزار لنور الدين على بن أبى بكر بن سليمان الهيثمى (ت: :٨٠٧هـ)، تحقيق :حبيب الرحمن الأعظمى، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة :الأولى، ٣١٩٩ هـ -١٩٧٩ م

طبقات الصوفية لمحمد بن الحسين بن محمد بن موسى بن خالد بن سالم النيسابورى، أبو عبد الرحمن السلمى (ت412 :هـ)، المحقق:

مصطفى عبد القادر عطا، الناشر :دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة :الأولى، ١٤١٩هـ ١٩٩٨م

الأعلام لخير الدين بن محمود بن محمد بن على بن فارس، الزركلى الدمشقى (ت: ١٣٩٦هـ)،الناشر :دار العلم للملايين، الطبعة :الخامسة عشر ٢٠٠٢م

تحفة الأبرار شرح مصابيح السنّة لناصر الدّين عبد الله بن عمر بن محمد البيضاوى الشيرازى الشافعى (ت: ٦٨٥هـ)، تحقيق: جنّة مختصة من المحققين

المسلك المتقسط فى المنسك المتوسّط، للقارى، نور الدين على بن محمد سلطان الهروى الحنفى (ت١٠١٤ ھ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

البحر الرّائق شرح كنز الدّقائق ۔ لابن نجيم، زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المصرى الحنفى (ت٩٧٠ ھ)، ضبطه الشّيخ زكريا عميرات، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م۔

الفتاوى الرضوية إمام أهل السنّة ، الإمام أحمد رضا الحنفى(ت ١٣٤٠ھ)، رضا فاؤنڈيشن لاهور ،١٤٢٣ھ۔٢٠٠٣م)

بهار شريعت لصدر الشريعة المفتى امجد على الأعظمى الحنفى(ت:١٢٦٧)، مكتبة المدينة، كراتشى۔

تفسير النعيمى لحكيم الأُمة المفتى أحمد يار خان النعيمى الحنفى (ت:١٣٩١ھ)، مكتبه اسلاميه، لاهور

نـزهة الـقاری لشـارح البـخـاری الـمـفـتـی شریف الحق الأمجدی الحنفی(ت:۱۴۲۱ھ) برکاتی پبلشرز،کھارا در،کراچی

الأربعین لـلامـام ابـو ذکـریـا یـحی بن شرف النووی الشافعی (ت: ۶۷۲ھ)، مکتبة المدینة، کراتشی۔

روح البیان لـلـعـلامة اسماعیل الحقی(ت: ۱۱۳۷ھ)،دار الکتب العلمیة بیروت

مـعالم التنزیل فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر البغوی للامام أبـی مـحمد حسین البغوی (ت: ۱۴۱۴ھ) الناشر :دار طیبة لـلنشر والتوزیع، الطبعة :الرابعة، 1417هـ 1997 -م

شرح مسلم لـلامـام ابو ذکریا یحی بن شرف النووی الشافعی (ت: ۶۷۲ھ)،مکتبة الصّفا، الطبعة الأولی: 2003م

عـمدة القاری لـلـعـلامة بدر الدین العینی (ت:۸۵۵ هـ)،دار الفکر، بیروت، الطبعة :۱۴۱۸هـ

تاریخ بغداد، لـلخطیب البغدادی(ت: ۴۶۳هـ)،الناشر :دار الکتب العلمیة -بیروت، دراسة وتحقیق :مـصطفی عبد القادر عطا، الطبعة :الأولی، 1417هـ

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت سے نکلنے والے ماہنامہ کا

28 سالہ اشاریہ عنقریب منظر عام پر آرہا ہے

اشاریہ ماہنامہ البقیع

(1989ء تا 2018)

مرتب

حضرت علاّمہ خرم محمود سرسالوی حفظہ اللہ

تقدیم

حضرت علامہ عرفان ضیائی حفظہ اللہ

زیر نگرانی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت (پاکستان)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے